عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

ہفت روزہ
ختم نبوۃ

INTERNATIONAL URDU WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT KARACHI PAKISTAN

جلد: ۳۲ | ۲۲ تا ۲۸ محرم الحرام ۱۴۳۵ھ مطابق ۲۶ تا ۲۲ نومبر ۲۰۱۳ء | شمارہ: ۴۴

قرآن کریم
مستشرقین کی نظر میں

بدامنی کا ذمہ دار کون؟

اسلام کی نظر میں
عورتوں کا معاشرتی مقام

مرزا غلام احمد قادیانی
ایک نفسیاتی تجزیہ

Email: editorkn@yahoo.com

Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.org
http://www.khatm-e-nubuwwat.com

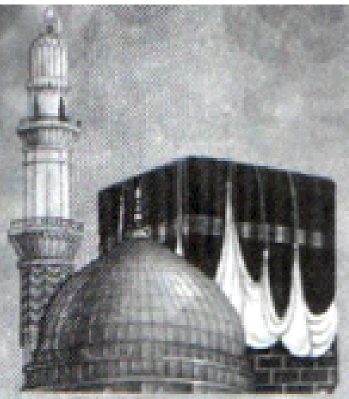

آپ کے مسائل

مولانا اعجاز مصطفیٰ

زندگی میں جائیداد اپنی اولاد میں تقسیم کرنا

سرور سعیدہ، کراچی

س:...... ہم دو بہنیں اور دو بھائی ہیں، ہمارے والد صاحب نے اپنی زندگی میں جائیداد تقسیم کردی تھی۔ ان کی ملکیت میں ایک ۱۲۰ گز کا ڈبل اسٹوری مکان جس کی مالیت تیس لاکھ روپے ہے اور ایک پلاٹ جس پر قبضہ ہوگیا ہے اور اس کی ویلیو نہیں ہے۔ اپنی زندگی میں ڈبل اسٹوری مکان دونوں بھائیوں اور پلاٹ بڑے بھائی کے نام کردیا تھا، ہم دونوں بہنوں سے پوچھا تھا کہ تم دونوں حصہ لوگی؟ اس وقت ہم نے بھائی اور باپ کی محبت میں آکر منع کردیا تھا۔ پھر والد صاحب نے مجھے ایک لاکھ کا پلاٹ خرید کردیا تھا اور میری چھوٹی بہن کو ۵۰ ہزار کے پرائز بونڈ اور کچھ دینی کتابیں دی تھیں۔ اب میرے بچے بڑے ہوگئے ہیں اور کہتے ہیں کہ نانا کے مکان میں صرف ماموں کے بچوں کا حق کیوں ہے، ہمارا بھی حق ہے؟ ہمیں بھی حصہ ملنا چاہئے۔ کچھ لوگ کہہ رہے ہیں کہ جائیداد کی تقسیم صحیح نہیں ہوئی ہے، اس لئے کہ شریعت کے مطابق چاروں اولادوں کو عدل و انصاف کے ساتھ مزید حصہ ملنا چاہئے تھا۔ میرے دونوں بڑے بھائی اس بات کے لئے تیار ہیں کہ اگر تقسیم صحیح نہیں ہوئی اور ہمارے والد صاحب مرحوم کو گناہ ملے گا تو ہم شریعت کے مطابق حصہ دینے کے لئے تیار ہیں۔ اب آپ بتایئے کہ تقسیم شریعت کے مطابق صحیح ہوئی ہے یا نہیں؟ اور کیا ہمارے والد صاحب مرحوم کو گناہ ملے گا اور اب ہمارا حق ہے یا نہیں ہے؟

ج:...... صورت مسؤلہ میں آپ کے والد مرحوم نے چونکہ اپنی زندگی میں ہی اپنے دومنزلہ مکان کو اپنے دو بیٹوں کے نام کردیا تھا اور قبضہ بھی دے دیا تھا، اس لئے شرعاً یہ ہبہ مکمل ہوگیا۔ اب یہ مکان ورثہ میں تقسیم نہیں ہوگا بلکہ یہ مرحوم کے ان دو بیٹوں کی ملکیت شمار ہوگا۔

’’وتتم بالقبض الکامل لقولہ علیہ السلام لاتجوز الہبة الامقبوضة‘‘

(مجمع الانہر ج:۳، ص:۴۰۱، کتاب الہبۃ)

باقی زندگی میں اگر کوئی اپنی جائیداد وغیرہ اپنی اولاد کے درمیان تقسیم کرنا چاہے تو یہ ورثہ نہیں بلکہ ہبہ کہلاتا ہے، اس کے لئے ضروری ہے کہ لڑکے اور لڑکیوں کے درمیان برابر تقسیم کرے۔ اگر کسی اولاد کو ضرر و نقصان پہنچانے کی غرض سے کم اور کسی کو زیادہ دے یا نہ دینے کی نیت سے بالکل ہی محروم کردے تو یہ ناانصافی اور گناہ ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ کے یہاں مواخذہ ہوسکتا ہے اور اگر ایسی کوئی نیت نہ ہو تو اولاد کو ان کی ضرورت کے لحاظ سے کم و بیش دے دینے میں کوئی حرج نہیں اور یہی کام آپ کے والد نے کیا کہ آپ دونوں بہنوں سے پوچھا اور آپ دونوں کا منع کرنے کے بعد اپنا مکان آپ کے دونوں بھائیوں کے نام کردیا، جبکہ آپ کو پلاٹ خرید کردیا اور آپ کی بہن کو پچاس ہزار کے پرائز بونڈ اور دینی کتابیں دے دیں، اگر آپ لوگ اس تقسیم پر راضی نہیں ہیں اور شرعی طور پر وراثت ہی تقسیم کرنا چاہتے ہیں تو والد کی دی ہوئی تمام اشیاء اور جائیداد کو ترکہ شمار کریں یعنی آپ کے والد کا آپ کو دلایا ہوا پلاٹ، بڑے بھائی کو دیا گیا پلاٹ، یہ مکان، پرائز بونڈ اور دینی کتابیں یہ چیزیں ترکہ میں شامل کرکے چھ حصوں میں تقسیم کریں جس میں سے دو دو حصے ہر ایک بیٹے کے اور ایک ایک حصہ ہر ایک بیٹی کو ملے گا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

ہفت روزہ

ختم نبوت

مجلس

مجلس ادارت

مولانا سید سلیمان یوسف بنوری — صاحبزادہ مولانا عزیز احمد

علامہ احمد میاں حمادی — مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی

مولانا قاضی احسان احمد

جلد:۳۳ — ۲۲ تا ۲۸ محرم الحرام ۱۴۳۶ھ مطابق ۱۶ تا ۲۲ نومبر ۲۰۱۴ء — شمارہ:۴۳

اس شمارے میں!

قائد جمعیت پر حملے کی شدید مذمت	۴	محمد اعجاز مصطفی
بدامنی کا ذمہ دار کون؟	۶	مولانا سید محمد واضح رشید ندوی
قرآن کریم..... مستشرقین کی نظر میں	۸	مولانا محمد عبدالشکور جالندھری
اسلام کی نظر میں..... عورتوں کا معاشرتی مقام	۱۲	محترمہ نغمہ پروین، علی گڑھ
مرزا غلام احمد قادیانی.....ایک نفسیاتی تجزیہ	۱۵	پروفیسر ارشد جاوید
جناب محمد نذیر کی قبول اسلام کی سرگزشت (۳)	۱۹	منصور اصغر راجہ
تحریک ختم نبوت...آغاز سے کامیابی تک (۶)	۲۱	مسعود ساحر
ایک ہفتہ حضرت شیخ الہندؒ کے دیس میں (۲۶)	۲۳	مولانا اللہ وسایا مدظلہ
ختم نبوت کانفرنس چناب نگر کی قراردادیں	۲۷	. . .

زرتعاون

امریکا، کینیڈا، آسٹریلیا:۹۵ ڈالر، یورپ، افریقہ:۷۵ ڈالر، سعودی عرب،
متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرق وسطی، ایشیائی ممالک:۶۵ ڈالر
فی شمارہ ۱۰ روپے، ششماہی:۲۲۵ روپے، سالانہ:۴۵۰ روپے

WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT, A/c# 0010010964680019
(انٹرنیشنل بینک اکاؤنٹ نمبر) IBAN NO. PK68ABPA0010010964680019
AALMI MAJLIS TAHAFFUZ KHATM-E-NUBUWWAT 0010010964710018
(انٹرنیشنل بینک اکاؤنٹ نمبر) IBAN NO. PK45ABPA0010010964710018
Allied Bank Binori Town Branch Code: 0159 Karachi.

بیاد

امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ
خطیب پاکستان قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ
مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ
مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ
محدث العصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ
خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ
فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ
مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ
ترجمان ختم نبوت مولانا محمد شریف جالندھریؒ
جانشین حضرت بنوری حضرت مولانا مفتی احمد الرحمنؒ
شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ
حضرت مولانا سید انور حسین نفیس الحسینیؒ
مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ
شہید ختم نبوت حضرت مفتی محمد جمیل خانؒ
شہید ناموس رسالت مولانا سعید احمد جلال پوریؒ

سرپرست

حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی مدظلہ
حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر مدظلہ

مدیر اعلیٰ

مولانا عزیز الرحمن جالندھری

نائب مدیر اعلیٰ

مولانا محمد اکرم طوفانی

مدیر

مولانا محمد اعجاز مصطفی

معاون مدیر

عبداللطیف طاہر

قانونی مشیر

حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ
منظور احمد میو ایڈووکیٹ

سرکولیشن منیجر

محمد انور رانا

تزئین و آرائش:

محمد ارشد خرم، محمد فیصل عرفان خان

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)
ایم اے جناح روڈ کراچی فون:۳۲۷۸۰۳۳۷ فیکس:۳۲۷۸۰۳۴۰
Jama Masjid Bab-ur-Rehmat (Trust)
Old Numaish M.A.Jinnah Road Karachi
Ph:32780337, 34234476 Fax:32780340

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان
فون:۰۶۱-۴۷۸۳۴۸۶، ۰۶۱-۴۵۸۳۴۸۶
Hazori Bagh Road Multan
Ph:061-4583486, 061-4783486

لندن آفس:
35,Stockwell Green
London, SW9 9HZ U.K
Ph:0207-737-8199

ناشر: عزیز الرحمن جالندھری — مطبع: القادر پرنٹنگ پریس — طابع: سید شاہد حسین — مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

اداریہ

محمد اعجاز مصطفیٰ

قائد جمعیت پر

حملہ کی شدید مذمت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ

سورۂ آل عمران میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہودیوں کی سرشت اور عادت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:

''إن الذین یکفرون بآیات اللّٰہ ویقتلون النبیین بغیر حق ویقتلون الذین یأمرون بالقسط من الناس فبشرهم بعذاب ألیم۔'' (آل عمران:۲۱)

ترجمہ:''جولوگ انکار کرتے ہیں اللہ کے حکموں کا اور قتل کرتے ہیں پیغمبروں کو ناحق اور قتل کرتے ہیں ان کو جو حکم کرتے ہیں انصاف کرنے کا لوگوں میں سے سو خوشخبری سنادے ان کو عذاب دردناک کی۔''

یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ کی آیات واحکامات کا انکار کرنا اور انہیں نہ ماننا اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے پیغمبروں کو ناحق قتل کرنا اور ان لوگوں کو قتل کرنا جو لوگوں کو اعتدال اور انصاف کی تلقین کیا کرتے تھے، یہ خصائل یہود کے تھے، لیکن اگر بنظر غائر دیکھا جائے تو ہمارے ملک پاکستان میں بھی آج یہی کچھ ہو رہا ہے۔ ملحدوں، بے دینوں، بدمعاشوں، دھریوں حتیٰ کہ آئین پاکستان کے نہ ماننے والے قادیانیوں تک کو پاکستان میں آزادی کے ساتھ رہنے، پنپنے اور اپنے مذموم جراثیم اور خیالات پھیلانے کی اجازت ہے۔ نہ انہیں کسی کی گولی کا ڈر ہے، نہ بم دھماکوں کی پرواہ ہے اور نہ ہی کسی خودکش حملہ آور کو وہاں تک پہنچنے کی جرأت ہے اور اگر یہ سب کچھ ہے تو ان علماء کرام اور بزرگانِ دین کے لیے ہے جو اللہ تعالیٰ کے احکامات لوگوں کو بتلاتے ہیں، انہیں شریعت کے احکام سکھلاتے ہیں، یا انہیں فتنہ پروروں کے فتنوں سے آگاہ کرتے ہیں۔

پاکستان میں گزشتہ ۱۵،۱۶ سال سے علمائے کرام کو مختلف حیلوں بہانوں سے شہید کیا جارہا ہے اور پانی کی طرح ان کا خون بہایا جارہا ہے، لیکن کسی حکومت کو یہ توفیق نہیں ہوئی کہ وہ اس کے پس پردہ محرکات کا کھوج لگائے اور اس کا سدباب کرے، لیکن اگر کوئی سرپھرا صدائے احتجاج بلند کرتا ہے اور اپنی مظلومیت کا رونا روتا ہے اور انصاف کے لیے دُہائی دیتا ہے تو اُلٹا اسے قانون کے شکنجے میں کسنے کے منصوبے بنائے جاتے ہیں۔

پاکستان میں ان علماء کرام کو چن چن کر شہید کیا گیا جو اپنے علم میں راسخ، متدین، متقی و پرہیزگار ہونے کے ساتھ ساتھ عوام الناس میں مقبول، معتدل مزاج اور صلح جو تھے، وجہ یہ ہے کہ دین دشمن یہ سمجھتے ہیں کہ جب ان کو راستہ سے ہٹادیا جائے گا تو عوام الناس کو گمراہ کرنے میں ہمیں کسی دشواری کا سامنا نہیں ہوگا۔ اسی بناپر اکابر علمائے کرام کو ایک ایک کرکے شہید کیا گیا اور اب انہوں نے دیکھا کہ دینی وسیاسی جماعتوں میں سب سے منظم، بااثر اور بڑی جماعت جمعیت علمائے اسلام ہے اور اس کے امیر وقائد حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب ہیں جو ہر شہید ہونے والے عالم کے ادارہ کو، ان کے گھرانے کو تسلی دیتا اور

ان کے مریدین ومتوسلین کے آنسو پونچھتا ہے، انہیں صبر کی تلقین کرتا ہے، ان کی ڈھارس بندھواتا ہے، ان پر دست شفقت رکھتا ہے یا سیاسی جماعتوں کی باہم چپقلش کو اپنے سیاسی تدبر اور حکمت عملی سے احسن انداز میں استوار کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے یا پاکستان کو ان کے بیرونی بدخواہوں، دشمنوں اور ان کے ایجنٹوں سے پاکستانی قوم کو خبردار رکھتا ہے تو اسے راستہ سے ہٹا دیا جائے، تاکہ یہ ملک خانہ جنگی میں مبتلا ہو کر صفحۂ ہستی سے مٹ جائے۔

زیادہ دور جانے کی ضرورت نہیں، جب ایک جماعت نے اپنے جلسوں میں ناچ گانے اور لڑکوں ولڑکیوں کے ڈانس اور اچھل کود کو بحیثیت سیاست کے متعارف کروانا شروع کیا تو اس وقت سے مولانا نے اس پر صدائے احتجاج بلند کی اور بارہا قوم کو بتلایا کہ یہ مشرقی کلچر نہیں، بلکہ مادر پدر آزاد مغربی تہذیب کو پاکستان پر مسلط کرنے کی کوشش کی جارہی ہے اور ہم اپنی مسلمان قوم پر اس تہذیب کو مسلط نہیں ہونے دیں گے، بلکہ ہم سیاسی انداز میں ڈٹ کر اس کو روکنے کی کوشش کریں گے اور یہ بات مولانا نے تقریباً ہر فلور پر کہی۔ اور اس پر جمعیت علمائے اسلام کے قائد کے علاوہ کسی مذہبی، دینی وسیاسی جماعت کے راہنما نے اتنی قوت سے کبھی نکیر نہیں کی جتنا حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب نے کی ہے۔

پھر قوم نے دیکھا کہ رہی سہی کسر اسلام آباد کے دھرنوں میں پوری کردی گئی اور جو کچھ مولانا کئی سالوں سے کہہ رہے تھے پوری قوم نے اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ دھرنے کیوں شروع ہوئے؟ کس کے خلاف ہو رہے تھے؟ اور کن کے اشاروں پر ہو رہے تھے؟ اور کن کو ان دھرنوں سے خطرہ تھا؟ پوری پاکستانی قوم جانتی ہے کہ حکومت کو ہی خطرہ تھا اور ان دھرنوں میں حکومت کو ہی للکارا جارہا تھا، جس سے حکمرانوں کے پاؤں بھی کپکپا اور لرز رہے تھے، لیکن اس کے خلاف قومی اسمبلی اور سینیٹ کے مشترکہ اجلاس میں سب سے مؤثر، مدلل اور مضبوط وتوانا آواز مولانا ہی کی تھی اور اس کے بعد دوسری سیاسی جماعتوں نے بھی مولانا کی آواز کے ساتھ آواز ملائی اور یوں پارلیمنٹ کی متفقہ آواز دھرنوں پر اکسانے والوں کو پہنچی، جس سے حکومت گرتے گرتے بچی۔

پھر ان حالات میں صوبہ بلوچستان کی جمعیت علمائے اسلام نے جب ایک تاریخی جلسہ کر دکھایا اور عوام کے ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر نے اس جلسہ میں شرکت کرکے ثابت کر دکھایا کہ امت مسلمہ کے قائد اور نظریہ پاکستان کا تحفظ کرنے والے حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب ہی ہیں تو پاکستان دشمنوں کو یہ گوارہ نہ ہوا اور انہوں نے مولانا فضل الرحمٰن صاحب کو راستے سے ہٹانے کی منصوبہ بندی اور کوشش کی۔

پاکستان دشمنوں کو پتہ چل گیا کہ اس حکومت کو بچانے والے اور سیاسی جماعتوں کو متفقہ موقف اپنانے کی راہ دکھلانے والے مولانا ہی ہیں، اس لیے انہوں نے مولانا فضل الرحمٰن پر خودکش حملہ کرایا۔ مولانا کا یہی قصور ہے کہ وہ پرامن سیاست اور پرامن دینی جدوجہد پر یقین رکھتے ہیں، ان کا جرم یہی ہے کہ وہ آئین اور قانون کی بات کرتے ہیں، مولانا کی غلطی یہی ہے کہ وہ شدت پسند نوجوانوں کو صبر وتحمل کی تلقین کرتے ہیں۔ اگر ایسا نہیں ہے تو پھر حکومت بتائے کہ کس جرم میں مولانا پر یہ قاتلانہ حملہ ہوا؟ اور حکومت نے اس حملہ کے بعد اپنی کونسی ذمہ داری نبھائی ہے؟

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی امیر حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی دامت برکاتہم، نائب امیر مرکزیہ حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر، ناظم اعلیٰ حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری، شاہین ختم نبوت حضرت مولانا اللہ وسایا، حضرت مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی، حضرت مولانا قاضی احسان احمد مبلغ کراچی اور راقم الحروف مولانا فضل الرحمٰن پر حملہ کی شدید مذمت کرتے ہیں اور حکومت پاکستان سے ہمارا مطالبہ ہے کہ حضرت مولانا فضل الرحمٰن پر حملہ کرنے والوں کو بے نقاب کرے اور انہیں کیفر کردار تک پہنچائے، ورنہ حکومت نے دیکھ ہی لیا ہے کہ اس حملہ کے خلاف پورے ملک میں عوامی ریلیاں نکلی ہیں، اگر ان کے صبر کا پیمانہ لبریز ہوگیا تو غیظ وغضب سے بھرا ہوا ایسا عوامی طوفان آئے گا کہ وہ کسی کے روکنے سے پھر نہیں رک سکے گا۔ ولا فعل اللہ ذٰلک۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

دنیا کے مختلف ملکوں میں دعوت اسلامی کی راہ میں مختلف النوع رکاوٹیں حائل کی جارہی ہیں اور اسلام اور مسلمانوں پر ہر قسم کے الزامات عائد کئے جارہے ہیں، حتی کہ مسلم ممالک کی حکومتوں پر داعیان اسلام کی سرگرمیوں کو ختم کرنے کی کارروائیاں بروئے کار لانے کے لئے مغربی ممالک کی طرف سے دباؤ ڈالا جارہا ہے تاکہ اسلام ایسی قوت نہ بن سکے جس سے غیر اسلامی افکار کو خطرہ لاحق ہو، یا جس کے نتیجے میں یورپ کی مادی تہذیب کے عیوب عیاں ہوں، اس دباؤ کی نوعیت ان ممالک کے حالات اور مزاج کے فرق سے الگ الگ ہوتی ہے، جن ممالک کا شمار تاریخی یا سیاسی لحاظ سے ''اسلامی ممالک'' میں ہوتا ہے، وہاں تو کھل کر اسلام کی مخالفت نہیں ہو پاتی، بلکہ ظاہراً تو اسلامی قوانین کو مضبوط بنانے کی پالیسی اپنائی جاتی ہے، لیکن اس کے ساتھ ہی ان تحریکوں پر پابندی عائد کردی جاتی ہے جو مغربی تہذیب اور مغربی سامراج کے خلاف نبرد آزمائی کی روح پھونکتی ہیں اور جو مسلمانوں کے اندر اپنے تشخص کو باقی رکھنے کا احساس پیدا کرتی ہیں اور جن ممالک نے سیکولرازم یا اشتراکیت اختیار کی ہے وہاں داعیان اسلام یا اہل ایمان اور حکام کے درمیان ایک کشمکش جاری رہتی ہے، اسلام پسندوں کی نقل و حرکت پر پابندی عاید کردی جاتی ہے، انہیں تہمتوں اور ناروا حملوں کا نشانہ بنایا جاتا ہے، اسلامی علوم و ثقافت، مذہبی شخصیتوں اور اسلامی شعائر پر علی الاعلان حملے کئے جاتے ہیں اور حکومت وقت مغربی افکار کے حاملین اور قلم کاروں کو اسلامی تاریخ، اسلامی شخصیتوں اور سلف صالحین کے خلاف اپنے نظریے اور افکار کو پھیلانے کی کھلی چھوٹ ہی نہیں بلکہ ترغیب دیتی ہے۔

بدامنی کا ذمہ دار کون؟

مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی

اسلام کے خلاف مہم گزشتہ عہد میں کھلے الفاظ میں چلائی جاتی تھی، پہلے کھلم کھلا اور علی الاعلان اس سے عداوت کا اظہار کیا جاتا تھا اور جو کوئی بھی اسلام کا نام لیتا یا اسلام کی دعوت دیتا تو اس سے حکومتیں برسرپیکار رہتی تھیں اور اس پر قدامت پسند یا تہذیب نو کے مخالف ہونے کا الزام لگتا تھا، اسی طرح گزشتہ زمانہ میں بعض سوشلسٹ ذہنیت کے لوگ اسلام پسندوں کے لئے ''ایجنٹ'' ہونے کا لفظ استعمال کرتے تھے، جو کسی اسلامی ادارہ قائم کرنے کے خواہاں ہوں یا دینی تعلیمات کو زندگی میں بروئے کار لانے کے لئے کوشاں ہوں تو ایسے حضرات کو وہ لوگ سامراج یا امریکا کا ایجنٹ سمجھتے تھے، چنانچہ اسلامی اداروں کے بانیوں کو ایک عرصہ تک یورپی سامراج یا سرمایہ داری یا امریکا کا ایجنٹ کہا جاتا رہا ہے، جیسے امریکا یا فرانس اسلام کے حامی ہوں، حالانکہ امریکا، فرانس، برطانیہ تو مسلمانوں کے کٹر اور روایتی دشمن ہیں وہ تو اسلام اور مسلمانوں کے خلاف اپنے دل میں بغض و حسد کی چنگاریاں رکھتے ہیں، اسی طرح کمیونزم بھی اسلام اور مسلمانوں کے موروثی دشمن ہیں، اس لئے کہ ان کے اندر یورپی عیسائی اور یہودی ہونے کی قومی عصبیت پائی جاتی ہے، چنانچہ صلیبی جنگوں کی قیادت ان ہی ممالک نے کی ہے جو آج یورپین ممالک میں سرفہرست آتے ہیں، ان میں بھی سب سے پیش پیش برطانوی، فرانسیسی، اطالوی اور اسپینی ہیں، یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے مسلمانوں کے خون کے دریا بہائے، ان کو گمراہ کرنے اور ذہنی طور پر سامراج کے تابع بنانے کے منصوبے تیار کئے، کذب و افتراء پردازی کے مراکز قائم کئے اور اسلام کے خلاف ایسی خرافات اور من گھڑت باتیں پھیلائیں کہ جن کو سن کر ایک عقلمند اور مہذب شخص کا سر شرم سے جھک جائے اور انہوں نے ایسے بے بنیاد و بے اصل قصے اور کہانیاں گڑھ لیں جو ایک عام آدمی کے معیار پر بھی نہیں اترتیں، انہوں نے ذات نبوی، سنت رسول، کلام ربانی اور تاریخ اسلامی کو داغدار بنانے کی کوشش کی، انہیں لوگوں نے اسلامی ممالک میں فتنوں کی آگ بھڑکائی اور اس طرح کے حملے برابر جاری ہیں، باوجودیکہ بہت حد تک حجابات اٹھ چکے ہیں اور بہت سے مغربی حکماء و فلاسفہ اس بات کا اعتراف کرچکے ہیں کہ اسلام کے مطالعہ کے بعد ایمان ان کے دلوں میں گھر کر گیا، پہلے وہ کھلی گمراہی میں تھے اور بہت سے انصاف پسندوں نے اس کا بھی اقرار کیا ہے کہ اسلام ایک عرصۂ دراز تک مظلوم بنا رہا ہے، اس پر بے بنیاد الزامات لگائے جاتے رہے ہیں اور اس کی غلط تصویر پیش کی جاتی رہی ہے۔

جس زمانے میں اسلام کو مورد الزام ٹھہرایا جارہا تھا اور اس کے خلاف ایک بات بھی سننا گوارا

نہیں ہوتا اور سارا یورپ حقیقت حال سے ناآشنا اور نورِ اسلام سے بیگانہ تھا، اس زمانہ میں اسلام پر قدامت پرستی اور پسماندگی کا الزام لگایا جاتا تھا، لیکن آج صورت حال بدل چکی ہے، اب یہ دشمنانِ اسلام، اسلام کے نام سے اپنی مخالفت کا اظہار نہیں کرتے، بلکہ یہ دہشت گردی اور مذہبی انتہاپسندی کے نام سے حملہ کرتے ہیں۔

پہلے ان کا اعتراض یہ ہوتا تھا کہ اسلام تلوار کے سائے تلے اپنے مذہب کی اشاعت کرتا ہے، لیکن تاریخ نے یہ ثابت کردیا کہ دشمنانِ اسلام ہی اپنے مخالفین کے خلاف تلوار کا استعمال زیادہ کرتے ہیں اور اس تھوڑی سی مدت میں ان کی تلواروں کے ذریعہ مقتولین کی تعداد کہیں زیادہ ہے، اس تعداد سے جو اسلام کی ایک ہزار سالہ تاریخ میں پائی جاتی ہے۔

اسی طرح پہلے ان مخالفین کا دعویٰ تھا کہ اسلام علم کا دشمن ہے، مگر تاریخ نے یہ ثابت کردیا کہ مخالفین اسلام ہی علم کے زیادہ دشمن ہیں، وہ جس ملک میں بھی سامراج کے سائے میں داخل ہوئے، انہوں نے وہاں کے تمام علمی مراکز حتیٰ کہ زبان، تہذیب وثقافت، عادات واطوار سب کو ملیا میٹ کرکے رکھ دیا، اسکولوں پر تالے لگوادیے، کتابوں کی اشاعت پر پابندی لگادی اور اپنی زبان وتہذیب کو وہاں کے عوام پر تھوپا۔

ان دشمنانِ اسلام کا اسلام پر ایک اعتراض یہ تھا کہ اسلام میں ایک سے زائد شادی کرنے کی اجازت دی گئی ہے اور یہ شہوت نفسانی کے غلبہ کی دلیل ہے، لیکن عجیب بات یہ ہے کہ ان کے عہد میں بے حیائی وبداخلاقی، عشق ومعاشقہ اور غلط تعلقات کی جو ایک عام فضا بن گئی ہے اس کو یہ لوگ تہذیبی پیش رفت کی دلیل قرار دیتے ہیں اور تعلیم وتربیت کے مراکز ودفاتر میں مرد وزن کے اختلاط اور بڑے پیمانہ پر جنسی تعلقات بڑھانے کو موجودہ ثقافت کا مظہر سمجھا جاتا ہے۔

دشمنانِ اسلام کے لئے اس طرح کی دلیلیں بہت تھیں، مگر اب یہ سارے دلائل اپنی اہمیت کھوچکے ہیں، اس لئے اب ان لوگوں نے اسلام کے نام پر کھلی دشمنی کرنا چھوڑ دیا ہے اور انہوں نے اب سیاسی اور نفرت آمیز عنوان یعنی دہشت گردی کا عنوان تجویز کیا ہے، لیکن اگر کوئی شخص مغربی تہذیب اور اس کے تابع موجودہ نظاموں کا جائزہ لے تو وہ فوراً اس نتیجہ تک پہنچے گا کہ خود اس تہذیب کی بنیاد ہی دہشت گردی وانتہاپسندی پر مبنی ہے اور اس کے تمام مراکز یورپ میں پائے جاتے ہیں، وہاں باضابطہ دہشت گردی کی ٹریننگ دی جاتی ہے، ان لوگوں میں اسلحے تقسیم کئے جاتے ہیں اور دہشت گرد جماعتوں کو امداد دی جاتی ہے اور ان کی سرگرمیوں کو سراہا جاتا ہے، جس شخص کی بھی حالات حاضرہ پر نگاہ ہو اور وہ اخباروں کا مطالعہ کرتا ہو وہ عالمی دہشت گرد تنظیموں کی رپورٹوں سے واقف ہوگا، اٹلی، فرانس، جرمنی، برطانیہ، پرتگال، یونان وغیرہ کا دہشت پسندوں کی ٹریننگ میں ایک نمایاں کردار رہا ہے، مازینی اور میکاویلی بھی اٹلی ہی کے رہنے والے تھے، موجودہ فکر پر انہی دونوں کا خاص اثر ہے، بلکہ موجودہ دنیا میں دہشت گردی کی بنیاد ہی ان دونوں کے نظریے پر قائم ہے۔ اسی طرح ماسونی تحریک کا اصل مرکز یورپ ہی ہے، وہاں سے دہشت گردوں کی مختلف ٹیمیں مختلف علاقوں میں بھیجی جاتی ہیں اور یہی یورپی ممالک اس وحشیانہ عمل میں صہیونی تحریک کی تائید کررہے ہیں، مگر سارے عالم کے جذبات و احساسات کی انہیں کچھ پروا نہیں، ان تنظیموں کی پشت پناہی کررہے ہیں جو نسلی امتیازات کو پروان چڑھانے اور بنیادی آزادی کو ختم کرنے کی مہم چلا رہی ہیں، اسی طرح یہ ممالک مسلمانوں کی اکثریت والے ملک میں بھی علی الاعلان داعیانِ اسلام کے خلاف آواز اٹھاتے ہیں اور جو یورپ میں قیام پذیر مسلمانوں کو دیش سے نکال دینے کی دھمکیاں اور اپنے شعائر وعبادات سے دستبردار ہو جانے کا مطالبہ پیش کرتے ہیں۔

اب فیصلہ قارئین کے ہاتھ میں ہے کہ دنیا کے لئے کون سی دہشت گردی زیادہ خطرناک ہے؟ اسلامی جماعتوں کی جو محدود وسائل سے بھی محروم ہے یا یورپی ممالک کے دہشت گرد جو عظیم جنگی وسائل سے لیس ہیں اور جن کا اقتصادیات پر قبضہ ہے۔

اسلام کی طرف بلانے والے تو بلند اقدار و روایات، حقیقی سعادت وکامرانی، انسانی عزت و شرافت، عدل ومساوات اور مختلف مادی عبادتوں سے آزاد ہونے کی دعوت دیتے ہیں، ظلم وبربریت، فتنہ وفسادات اور ہلاکت وبربادی کے خلاف آواز اٹھاتے ہیں، لیکن ان کے دشمنوں کا نعرہ ہے کہ امن وامان کو غارت کردیا جائے، لوگوں کی جانیں اور ان کے مال مباح کردیے جائیں، یہ لوگ انسانی ترقی کی راہ میں حائل بنے ہوئے ہیں اور یہی فسادات کی جڑ ہیں، حکومتوں اور انسانی سوسائٹوں کو داؤں پر لگائے ہیں، ہلاکت وتباہی کے وسائل وشرافت کا سودا کررہے ہیں۔ ایک محدود اور علاقائی ثقافت و کلچر کا سارے عالم کو پابند کرنا چاہتے ہیں اور یہی لوگ قوموں کے معاشی وسائل پر قابض ہوکر ان کی ترقی اور خود اعتمادی کی راہ میں رکاوٹ بنے ہوئے ہیں تو اب اہل دانش فیصلہ کریں کہ انسانیت کو خطرہ کس سے لاحق ہے؟؟؟

☆☆……☆☆

قرآنِ کریم
غیر مسلم مستشرقین کی نظر میں

مولانا حافظ محمد عبدالشکور جالندھریؒ

قرآن کریم اللہ رب العزت کا آخری کلام اور مسلمانوں کی مقدس مذہبی کتاب ہے۔ اس لئے ہر مسلمان کے دل میں اس کی تعظیم وتکریم ہونا ایک فطرتی بات ہے۔ مسلمان کے دل میں قرآن کریم کی جو وقعت وعقیدت موجود ہے وہ اس کا مذہبی فرض ہے، مگر ہم آئندہ صفحات میں قرآن کریم کے متعلق چند ایک اُن نامور محقق مستشرقین کے اقوال و خیالات درج کرتے ہیں جنہوں نے اپنے تعصب کے باوجود قرآن کریم کے فضائل و مناقب کو تسلیم کرنے کے ساتھ ساتھ اس پر نظر غائر ڈال کر اسے مختلف پہلوؤں سے دنیا کی ایک بہترین کتاب اور مکمل ضابطۂ اخلاق جانا ہے۔ ”والفضل ماشھدت بہ الاعداء۔“

قرآن تمام آسمانی کتابوں میں بہترین کتاب ہے:

ڈاکٹر موریس جو فرانس کے نامور اہل قلم مستشرق اور ماہر علوم عربیہ ہیں اور جنہوں نے گورنمنٹ فرانس کے حکم سے قرآن کریم کا ترجمہ فرانسیسی زبان میں کیا تھا، اپنے ایک مضمون میں جو ”لاباروِل فرانس رومان“ میں شائع ہوا تھا، ایک دوسرے فرانسیسی مترجم قرآن موسیو سالمان ریناش کے اعتراضات کا جواب دیتے ہوئے رقم طراز ہیں:

”قرآن کیا ہے؟ قرآن کی اگر کوئی ایسی منقبت ہوسکتی ہے جس میں کسی طرح کا نقص نہ نکل سکتا ہو، تو وہ اس کی فصاحت و بلاغت ہے۔ وہ عظیم الشان فضیلت جس پر چالیس کروڑ انسان فخر کر رہے ہیں، وہ یہی ہے کہ مقاصد کی خوبی اور مطالب کی خوش اسلوبی کے اعتبار سے یہ کتاب تمام آسمانی کتابوں پر فائق ہے۔ قدرت کی ازلی عنایت نے انسان کے لئے جو کتابیں تیار کی ہیں، ان سب میں یہ بہترین کتاب ہے، اس کے نفع انسان کی خیر و صلاح کے متعلق فلاسفہ یونان کے نغموں سے کہیں اچھے ہیں، اس میں آسمان و زمین کے بنانے والے کی حمد و ثنا بھری ہوئی ہے، خدا کی عظمت سے اس کا ایک ایک حرف لبریز ہے، جس نے یہ چیزیں پیدا کی ہیں اور ہر ایک چیز کی اس کی استعداد کے مطابق رہنمائی کی ہے۔

قرآن کریم: علماء کے لئے ایک علمی کتاب، شائقین لغت کے لئے ذخیرۂ لغات، شعراء کے لئے عروض کا مجموعہ اور شرائع وقوانین کا ایک عام انسائیکلوپیڈیا ہے۔ تمام آسمانی کتابوں میں سے جو حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانے سے جان تالوس کے عہد تک ہوئیں کسی ایک نے اس کی ایک ادنیٰ سورۃ کا بھی مقابلہ نہیں کیا۔ یہی سبب ہے کہ مسلمانوں میں اعلیٰ طبقے کے لوگوں میں جس قدر علم بڑھتا جاتا ہے حقائق پر عبور ہوتا ہے، اسی قدر کتاب (قرآن) کے ساتھ ان کا تعلق بڑھتا جاتا ہے، اس کی تعظیم میں زیادتی ہوتی ہے۔ اس کے عجائبات کے ساتھ ان کی دلچسپی ترقی کر جاتی ہے، وہ آیات کا اقتباس کرتے ہیں، کلام کی آرائش ان آیتوں سے بڑھاتے ہیں، جس قدر ان کا پایۂ رفیع و بلند ہوتا ہے اور خیالات میں شستگی و شگفتگی ہوتی ہے، اسی قدر اپنی رائے اور خیال کا دارومدار آیات قرآنی کو ٹھہرانے کی کوشش کرتے ہیں، ان لوگوں کے سینے قرآن کی محبت سے معمور ہیں، دل سے اسی کو مقدس مانتے ہیں، دوسری قوموں کو جو کتابیں یا شریعتیں ملی ہیں ان کی نسبت نہ انہیں کوئی خیال پیدا ہوتا ہے اور نہ رشک آتا ہے، اس لئے کہ وہ دیکھ چکے ہیں کہ ان کی کتاب کے ہوتے ہوئے کسی دوسری کتاب کی ضرورت نہیں، اس کی فصاحت و بلاغت انہیں سارے جہاں کی فصاحت و بلاغت سے بے نیاز بنائے ہوئے ہے، یہ ایک واقعی بات ہے، اس کی واقعیت کی دلیل یہ ہے کہ بڑے بڑے انشاء پردازوں اور شاعروں کے سر اس کتاب کے آگے جھک جاتے ہیں، اس کے عجائبات جو روز بروز نئے نئے نکلتے ہیں اور اس کے اسرار جو کبھی ختم نہیں ہوتے، مسلمان ادباء، شعراء ان کو دیکھ کر سجدہ کرنے لگتے ہیں، قیامت تک کے لئے اس کو سرمایۂ ناز جانتے ہیں اور یقین رکھتے ہیں کہ فصیح کلام اور دقیق معنی کا یہ ایک مواج دریا ہے۔“

آگے لکھتے ہیں:

”موسیو ریناش کو اگر اسلامی دنیا کے ساتھ کافی واقفیت کا موقع ملتا تو انہیں عنقریب معلوم ہوجائے گا کہ مسلمانوں کا روشن خیال طبقہ مذہب کی بڑی عزت کرتا ہے۔ مذہبی آداب کا نہایت پابند ہے، اس کے احکام سے وہ بے تعلق نہیں ہونا چاہتا، نئی نسل کا ہر فرد اور درس گاہوں کے تمام لڑکے اس صحیفۂ مقدس (قرآن) کی شان میں توہین کا ایک لفظ بھی سننا گوارا نہیں کرسکتے اور سچ تو یہ ہے کہ ان کو گوارا کرنا بھی نہیں چاہئے۔ (یہاں ہماری نئی نسل کو ڈاکٹر موریس کے یہ الفاظ غور سے پڑھنے چاہئیں اور دیکھنا

چاہئے کہ دنیا کو ان کے ساتھ جو حسن ظن ہے کیا وہ اس کے اہل ہیں؟ کاش! ایسا ہی ہوتا، کاش! اب بھی وہ اپنے کو اس کا اہل ثابت کرنے کی کوشش کریں: ناقل)۔"

اس لئے کہ قرآن میں دو نمایاں حیثیتیں ہیں اور ان دونوں حیثیتوں سے وہ تمام آسمانی کتابوں پر مرجح ہے پہلی حیثیت یہ ہے کہ اس کے انتساب کی صحت میں کوئی شک وشبہ نہیں ہوسکتا اور یہ کوئی بھی نہیں کہہ سکتا کہ پیغمبر عرب (صلی اللہ علیہ وسلم) سے اس کی نسبت صحیح نہیں ہے (حالانکہ توراۃ وانجیل وغیرہ میں اس شبہ کی بڑی گنجائش موجود ہے) دوسری حیثیت یہ ہے کہ قرآن کو مسلمان عربی زبان کی حفاظت کا مرجع سمجھتے ہیں اور اپنے مذہبی اصول کی تطبیق کا مآخذ جانتے ہیں۔ ریناں نے اگر اپنی غلطیوں کی صحت کردی تو خیالات کو روشن کرنے اور تاریکی کے مٹانے میں اس کتاب کے ذریعہ سے بڑی مدد مل سکتی ہے۔ (پیغام امن، ص:۳۳)

ڈاکٹر مورلیس ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

"کوئی چیز عیسائیان روم کو اس ضلالت و غوایت کی خندق سے جس میں وہ گر پڑے تھے نہیں نکال سکتی تھی، بجز اس آواز کے جو سرزمین عرب میں غار حرا سے بلند ہوئی۔ اعلاء کلمۃ اللہ، جس سے یونانی انکار کرتے جاتے تھے، اسی آواز نے دنیا میں کیا اور اور ایسے عملی پیرایہ میں کیا کہ جس سے بہتر ممکن نہ تھا اور ایک سیدھا سادا اور پاک وصاف مذہب دنیا کو سکھایا کہ جس میں بقول فاضل محقق گاڈ فری ہگنس، نہ پاک پانی ہے نہ تبرک، نہ مورت، نہ تقریر، نہ سینٹ اور نہ خدا کی ماں سے اس پر داغ لگتا ہے اور نہ ایسے مسائل اس میں ہیں کہ ایمان بدون عمل کے موثر ہو اور نزع کے وقت کی توبہ کام آئے اور غایت درجہ کے عنایات اور مغفرت اور خفیہ اقرار بکار آمد ہو، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ اس دین کے پیروؤں کو بگاڑ دیں اور پھر مقتداؤں کے حوالے کردیں جو واقع میں ان مسائل سے بھی بدتر اور ناتجربات ہے۔ (تحقیق الکلام مصنفہ سید امیر علی، باب:۱۷)

قرآن کا مسحور کن اعجاز:

ریورنڈ جی ایم راڈویل جنہوں نے قرآن کریم کا ترجمہ بہ ترتیب نزول سور کیا ہے اور بڑے متعصب پادری ہیں، آخر اس قدر تسلیم کرنے پر مجبور ہوئے ہیں کہ: "قرآن کریم کی تعلیم سے عرب کے سیدھے سادے خانہ بدوش بدو ایسے بدل گئے جیسے کسی نے سحر کردیا ہو.... بت پرستی کے مٹانے جنابت اور مادیات کے شرک کے عوض اللہ کی عبادت قائم کرنے۔ اطفال کشی کی رسم کو نیست و نابود کرنے بہت سے توہمات کو دور کرنے اور ازدواج کی تعداد گھٹا کر اس کی ایک حد معین کرنے میں قرآن بے شک عربوں کے لئے برکت اور قدم حق تھا گو عیسائی مذاق کے مطابق وحی نہ ہو۔" (تحقیق الکلام مصنفہ سید امیر علی، باب:۱۷)

قرآن کے بغیر دنیا کا امن وامان قائم نہیں رہ سکتا:

نامور فرنچ مستشرق موسیو گاسٹن کار نے فرانس کے مشہور اخبار "فگارو" میں ایک نہایت دلچسپ سلسلہ مضامین ۱۳۳۰ھ میں شائع کیا، جس کا عنوان تھا: "کیا اسلام زمانہ سے معدوم ہوگیا تو امن و امان قائم رہ سکے گا؟" جس کا ترجمہ اسی زمانہ میں بیروت کے مشہور اخبار "البلاغ" (مطبوعہ ۱۳ رصفر المظفر ۱۳۳۰ھ) نے شائع کیا، اسی کا اقتباس ذیل میں درج کیا جاتا ہے:

"یہ ایک کھلی ہوئی صاف اور واضح بات ہے کہ اسلام حقیقت میں ایک طرح کا اجتماعی مذہب (سوشل ریلیجن) ہے جس کو دنیا کی ۳/۲ آبادی دین حق تسلیم کرتی ہے اور گویا دنیا کی ہستی اس مذہب کی بقاء وہستی پر منحصر ہے، ہمیں معلوم ہے کہ اس عاقلانہ مذہب کے قانون (قرآن کریم) میں وہ تمام فوائد ومصالح موجود ہیں، جس سے زمانہ حال کا تمدن بنا ہے اور جو گویا اسلام ہی کے امتزاج عناصر کا نتیجہ ہے۔

اس حیرت انگیز سائنٹفک مذہب (اسلام) نے دنیا کی عمرانی ترقی کے لئے ہر قسم کے بنیادی وسائل اور ذرائع یورپ کو بہم پہنچائے ہیں، گو ہم میں کوئی شخص بھی اس کی فضیلت کا اعتراف نہ کرے اور اس کے احسان کا رہین منت نہ ہو مگر امر واقعی یہی ہے۔"

اپنے اس مضمون میں مستشرق موصوف سوال کرتا ہے کہ روئے زمین سے اگر اسلام مٹ گیا، مسلمان نیست و نابود ہوگئے۔ قرآن کی حکومت جاتی رہی تو کیا یہ سب ہوا کر دنیا میں امن وامان قائم رہ سکے گا؟ اور پھر جواب دیتا ہے کہ: "نہیں! ہرگز نہیں۔"

قرآن زندہ و پرزور جوش ایمان پیدا کرتا ہے:

فرانس کا نامور مستشرق ڈاکٹر گساوئی بان یوں رقم طراز ہے:

"قرآن جو مسلمانوں کی مقدس کتاب ہے نہ فقط ان کا مذہبی دستور العمل ہے بلکہ ان کا ملکی و معاشرتی دستور العمل بھی یہی کتاب ہے..... تمام مذاہب عالم میں یہ فخر اسلام ہی کو حاصل ہے کہ اس نے (قرآن کے ذریعہ سے) پہلے پہل وحدانیت خالص ومحض کی اشاعت دنیا میں کی، جس نے ان تمام قوموں کو جو مصریوں کے سلاطین قسطنطنیہ کے وقت سے عیسائی چلی آتی تھیں، دعوت نبوی ہونے کے ساتھ ہی مسلمان ہوجانے پر آمادہ کردیا۔ حالانکہ ایسی کوئی مثال کسی قوم کی خواہ وہ فاتح ہو یا مفتوح، موجود نہیں ہے جس نے کبھی دین عیسوی قبول کیا ہو، کسی مذہبی کتاب کے فوائد عامہ کا اندازہ کرتے وقت یہ نہیں دیکھنا چاہئے کہ اس میں فلسفی

خیالات کیسے ہیں (کیونکہ وہ عموماً بہت کمزور ہوا کرتے ہیں) بلکہ یہ دیکھنا چاہئے کہ جن اعتقادات دینی کی تعلیم اس کتاب میں کی گئی ہے انہوں نے دنیا میں اثر پیدا کیا؟ جس وقت اسلام کو اس نظر سے دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اسلام قلوب میں اس قسم کا زندہ پرزور جوش ایمان پیدا کردیتا ہے کہ پھر اس میں مطلقاً شک و شبہ اور تذبذب کی گنجائش نہیں باقی رہتی۔"

قرآن کی تعلیم تمام دینی و دنیوی ترقیوں کا سرچشمہ ہے:

مسٹر ایچ ایس لیڈر نے اپنے لیکچر کے دوران میں جو "عربوں کا احسان تمدن پر" کے عنوان سے اورینٹل لٹریری سرکل لندن میں دیا کہا:

"ذرا ایک نظر ان اصولوں کو دیکھیں جو عربوں کو اسی وقت پیش نظر تھے جبکہ وہ ایک فاتح قوم کی حیثیت سے گزر کر ایک امن وترقی بخش قوم کی شان اختیار کرنے لگے تھے تو اس کے لئے ہمیں قرآن وحدیث کی جانب رجوع کرنا ہوگا۔ ان مسلمانوں کے بچوں کی تعلیم قرآن کی تعلیم سے شروع ہوتی تھی جو ان کے نزدیک تمام دینی و دنیوی ترقیوں کا سرچشمہ تھی، تعلیم قرآن سے ان کے یہاں فلسفہ وحکمت کے مدارس پیدا ہوئے اور ان مدارس نے بڑھ کر یونیورسٹی کی شکل اختیار کی، اس کا نتیجہ تھا کہ وسط افریقا جو اس براعظم کا دور افتادہ ترین حصہ ہے جس کو اس بیسویں صدی کی روشنی کے زمانہ میں تاریک براعظم کہا جاتا ہے، وہ ترقی کے اعتبار سے اپنے عہد کی بڑی سے بڑی یورپین سلطنت سے بہتر تھا۔"

قرآن میں تمام آداب واصول حکمت وفلسفہ موجود ہے:

مستشرق موسیو سید یو جو فرانس کا ایک محقق اور مشہور دانشور ہے، لکھتا ہے:

"قرآن ایک واجب التعظیم کتاب ہے، جس نے بتایا ہے کہ خدا کے حقوق بندوں پر کیا ہیں اور بندوں کے حقوق اور تعلقات خدا سے کس قسم کے ہونے چاہئیں۔ اس میں فلسفہ اور اخلاق کی ہر قسم کی باتیں مذکور ہیں۔ فضل وکمال، عیب و نقصان، حقیقت اشیاء، عبادات واطاعات، گناہ و معصیت، غرضیکہ کوئی بات ایسی نہیں جس کا جامع قرآن نہ ہو۔ واقعات کے اعتبار سے اس کی آیتیں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر اترتی رہیں اور یہی ایک چیز تھی جس نے سارے عرب میں قومیت پیدا کی، جنگجو قبائل میں اتحاد واتفاق کی بنیاد ڈالی اور دنیا میں ایک عالمگیر رابطہ پیدا کیا، وہ آداب واصول جو فلسفہ وحکمت پر قائم ہیں جن کی بنیاد عدل وانصاف پر ہے جو دنیا کو بھلائی اور احسان کی تعلیم دیتے ہیں، ان میں سے ایک جزئیہ بھی ایسا نہیں جو قرآن میں نہ ہو، وہ اعتدال میانہ روی کا سیدھا راستہ دکھاتا ہے، گمراہی سے بچاتا ہے، اخلاقی کمزوریوں کی تاریکیوں سے باہر نکال کر فضائل کی روشنی میں لاتا ہے اور انسانی زندگی کے نقائص کو کمالات میں بدل دیتا ہے۔ اسلام کو جو لوگ وحشیانہ مذہب کہتے ہیں ان کے تاریک ضمیر کی بڑی دلیل یہ ہے کہ قرآن کی ان صریح آیتوں کو بالکل نہیں دیکھتے جن کے اثر سے عرب کی تمام بری اور معیوب عادتیں جو مدت ہائے دراز سے سارے ملک میں رائج تھیں مٹ گئیں۔ مثلاً بدلہ لینا، خاندانی عداوت کی پابندی و کینہ پروری، جور وتعدی کا اظہار جس کا رواج یورپ میں پہلے بھی تھا اور اب بھی ہے، جو ذلیل کی صورت اختیار کئے ہوئے ہے، دختر کشی وغیرہ یہ سب مذموم رسومات قرآن نے مٹادیں۔"

قرآن فی الواقع اعجوبہ روزگار ہے:

مسٹر مارما ڈیوک پکتھال نے "مسلمانان لندن کے روبرو خدا کی بادشاہی" کے موضوع پر تقریر کرتے ہوئے کہا:

"قرآن جس کے اعجاز کو خود محمد (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) نے اکثر اپنے الٰہی مقصد کے نبوت کے طور پر پیش کیا، حقیقت میں ایک معجزہ ہی معلوم ہوتا ہے۔ اس لئے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اگرچہ تہذیب یافتہ تھے مگر امی تھے اور اس امر میں شک کی کوئی معقول وجہ موجود نہیں ہے کہ اس عجیب وغریب فصاحت کا ایک بڑا حصہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کے عالم بے ہوشی میں نازل ہوا (نزول وحی کی کیفیت کو "عالم بے ہوشی" کہنا عجیب وغریب "دریافت" ہے: ناقل) اس کتاب کی سی کوئی اور کتاب صفحہ عالم پر موجود نہیں ہے، یہ کتاب فی الواقع اعجوبہ روزگار ہے۔" (پیام امن ص ۲۷)

قرآن غایت درجہ کی موثر اخلاقی نصائح کا مجموعہ ہے:

چیمبرس انسانیت میں "محمڈن ازم" کے زیر عنوان مرقوم ہے کہ:

"مذہب" اسلام کا وہ حصہ بھی جس سے اس کے بانی کی طبیعت صاف صاف معلوم ہوتی ہے، نہایت کامل اور غایت درجہ کا موثر ہے۔ اس سے ہماری مراد اس کی اخلاقی نصیحتیں ہیں۔ یہ نصیحتیں کسی ایک یا دو تین سورتوں میں مجتمع نہیں ہیں بلکہ اسلام کی عالیشان عمارت (قرآن مجید) میں سلسلۃ الذہب کی مانند ملی جلی ہیں۔ ناانصافی، دروغ گوئی، غرور، انتقام، غیبت، استہزاء، طمع، فضول خرچی، حرام کاری، خیانت، بدعہدی اور بدگمانی کی سخت مذمت کی گئی ہے اور

ان کو فتیح وخلاف مذہب بتاتا ہے اور بمقابلہ ان کے خیر اندیشی، فیض رسانی، پاکدامنی، حیا و بردباری، صبر تحمل، کفایت شعاری، سچائی، وفا عہد، راست بازی، عالی ہمتی، صلح پسندی، حق دوستی اور سب سے بڑھ کر توکل بر خدا اور انقیاد امر الٰہی کو بھی ایمان داری کی اصل بنیاد اور مومن صادق کا اصلی نشان قرار دیا ہے۔“

قرآن میں ایک وسیع جمہوریہ کے تمام آئین موجود ہیں:

مسٹر لڈلف کرہل اپنی کتاب: ”دی لیبن دی محمد“ جو بمقام لیپسہ ۱۸۸۳ء میں شائع ہوئی میں لکھتے ہیں:

”قرآن عقائد و اخلاق اور نیز ان پر مبنی قانون کا ایک مکمل ضابطہ پیش کرتا ہے۔ اس میں ایک وسیع جمہوریہ کے تمام آئین واصول کے لئے رُشد و ہدایت کے لئے، انصاف و عدالت کے لئے، فوجی تنظیم و ترتیب کے لئے، مالیات کے لئے، غرباء کے متعلق نہایت محتاط قانون سازی کے لئے بنیادیں رکھی گئی ہیں، لیکن ان تمام کا سنگ بنیاد ذات باری تعالیٰ کا اعتقاد ہے جس کے قبضۂ قدرت میں انسانوں کی قسمتوں کی باگ ہے۔“

قرآن ضرور الہامی کتاب ہے:

ریورنڈ آر میکسویل کنگ اپنی تقریر ”دین اسلام“ میں جو ۱۷ر جنوری ۱۹۱۵ء کو قدیم پریلیبائٹرین چرچ آرڈرز میں کی گئی، کہتے ہیں:

”اسلام کی آسمانی کتاب قرآن ہے جو (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے زمانۂ نبوت کے الہامات کا مجموعہ ہے۔ اس میں نہ صرف مذہب اسلام کے اصول وقوانین مندرج ہیں بلکہ اخلاق کی تعلیم، روزمرہ کے کاروبار سے متعلق ہدایات اور قانون بھی ہے۔ اس لحاظ سے مسلمانوں کو عیسائیوں پر فوقیت ہے کہ اسلام کی مذہبی تعلیم وقانون دو علیحدہ چیزیں نہیں ہیں۔“

قرآن نے یہودیوں، عیسائیوں اور زرتشتیوں کے مذاہب پر پوری پوری روشنی ڈالی ہے، جس طرح خدا نے یہودیوں کی تورات سے عیسائیوں کی انجیل سے رہنمائی کی۔ اسی طرح مسلمانوں کو قرآن سے صراط مستقیم دکھائی۔ موصوف اس تقریر میں آگے بیان کرتے ہیں کہ:

”پیروان اسلام کا حُسن اخلاق قابل تعریف ہے ان کا طرز عمل خدا کے احکام کے تابع ہے، تسلیم ورضا یعنی اپنے تمام امور خدا کے سپرد کر دینا مسلمانوں کی مذہبی زندگی کی ایک لازمی شرط ہے، جو مذہب رضائے الٰہی پر راضی رہے کی ایسی عمدہ تعلیم دے، اس کے پیرو یقیناً صداقت دوست اور انصاف پسند نیز عہد کے پکے ہوں گے۔ یہ قرآن سے ثابت ہوسکتا ہے اگر ہم اس کے برخلاف ثابت کرنا چاہیں تو ہماری اپنی عقل ہی انکار کر دے گی۔“

اکثر کہا جاتا ہے کہ قرآن محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تصنیف ہے اور اس میں جو کچھ ہے وہ سب توریت، انجیل وغیرہ سے لیا گیا ہے۔ مگر میرا ایمان ہے کہ اگر الہامی دنیا میں الہام کوئی شے ہے اور الہام کا وجود مکمل ہے تو قرآن شریف ضرور الہامی کتاب ہے۔ (جاری ہے)

اسلام کی نظر میں

عورتوں کا معاشرتی مقام

محترمہ نغمہ پروین (مسلم اسکالر علی گڑھ مسلم یونیورسٹی)

تاریخ گواہ ہے کہ ایک عرصۂ دراز سے عورت مظلوم چلی آرہی تھی۔ یونان میں، مصر میں، عراق میں، ہند میں، چین میں غرض ہر قوم میں ہر خطہ میں کوئی ایسی جگہ نہیں تھی، جہاں عورتوں پر ظلم کے پہاڑ نہ ٹوٹے ہوں، لوگ اسے اپنے عیش و عشرت کی غرض سے خرید و فروخت کرتے، ان کے ساتھ حیوانوں سے بھی بُرا سلوک کیا جاتا تھا، حتیٰ کہ اہل عرب عورتوں کے وجود کو موجب عار سمجھتے تھے اور لڑکیوں کو زندہ درگور کردیتے تھے۔ ہندوستان میں شوہر کی چتا پر اس کی بیوہ کو جلایا جاتا تھا۔ واہیانہ مذاہب عورت کو گناہ کا سرچشمہ اور معصیت کا دروازہ اور پاپ کا مجسم سمجھتے تھے۔ اس سے تعلق رکھنا روحانی ترقی کی راہ میں رکاوٹ سمجھتے تھے۔ دنیا کی زیادہ تر تہذیبوں میں اس کی سماجی حیثیت نہیں تھی۔ اسے حقیر و ذلیل نگاہوں سے دیکھا جاتا تھا۔ اس کے معاشی و سیاسی حقوق نہیں تھے، وہ آزادانہ طریقے سے کوئی لین دین نہیں کرسکتی تھی، وہ باپ کی پھر شوہر کی اور اس کے بعد اولاد نرینہ کی تابع اور محکوم تھی۔ اس کی کوئی اپنی مرضی نہیں تھی اور نہ ہی اسے کسی پر کوئی اقتدار حاصل تھا، یہاں تک کہ اسے فریاد کرنے کا بھی حق حاصل نہیں تھا۔

اس میں کوئی شک بھی نہیں کہ بعض مرتبہ عورت کے ہاتھ میں زمام اقتدار بھی رہا ہے اور اس کے اشارے پر حکومت و سلطنت گردش کرتی رہی ہے، یوں تو خاندان اور طبقے پر اس کا غلبہ تھا، لیکن بعض مسائل پر مرد پر بھی ایک عورت کو بالادستی حاصل رہی، اب بھی ایسے قبائل موجود ہیں، جہاں عورتوں کا بول بالا ہے، لیکن ایک عورت کی حیثیت سے ان کے حالات میں زیادہ فرق نہیں آیا، ان کے حقوق پر دست درازی جاری ہی رہی اور وہ مظلوم کی مظلوم ہی رہی۔

لیکن اسلام ایک ایسا مذہب ہے جس نے عورت پر احسان کیا اور اس کو ذلت و پستی کے گڑھوں سے نکالا جب کہ وہ اس کی انتہا کو پہنچ چکی تھی، اس کے وجود کو گوارا کرنے سے بھی انکار کیا جا رہا تھا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ للعالمین بن کر تشریف لائے اور آپ نے پوری انسانیت کو اس آگ کی لپیٹ سے بچایا اور عورت کو بھی اس گڑھے سے نکالا اور اس زندہ دفن کرنے والی عورت کو بے پناہ حقوق عطا فرمائے اور قومی و ملی زندگی میں عورتوں کی کیا اہمیت ہے؟ اس کو سامنے رکھ کر اس کی فطرت کے مطابق اس کی ذمہ داریاں سونپیں۔

مغربی تہذیب بھی عورت کو کچھ حقوق دیتی ہے، مگر عورت کی حیثیت سے نہیں بلکہ یہ اس وقت اس کو عزت دیتی ہے جب وہ ایک مصنوعی مرد بن کر ذمہ داریوں کا بوجھ اٹھانے پر تیار ہو جائے، مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا لایا ہوا دین عورت کی حیثیت سے ہی اسے ساری عزتیں اور حقوق دیتا ہے اور وہی ذمہ داریاں اس پر عائد کی جو خود فطرت نے اس کے سپرد کی ہے۔

عام طور پر کمزور کو اپنے حقوق حاصل کرنے کے لئے کافی محنت و کوشش کرنی پڑتی ہے، تب کہیں جا کر ان کو ان کے جائز حقوق ملتے ہیں، ورنہ تصور بھی نہیں کیا جاتا۔ موجودہ دور نے اپنی بحث و تمحیص اور احتجاج کے بعد عورت کے کچھ بنیادی حقوق تسلیم کئے اور یہ اس دور کا احسان مانا جاتا ہے حالانکہ یہ احسان اسلام کا ہے، سب سے پہلے اسی نے عورت کو وہ حقوق دیئے جس سے وہ مدت دراز سے محروم چلی آرہی تھی۔ یہ حقوق اسلام نے اس لئے نہیں دیئے کہ عورت اس کا مطالبہ کر رہی تھی بلکہ اس لئے کہ یہ عورت کے فطری حقوق تھے اور اسے ملنا ہی چاہئے تھا۔ اسلام نے عورت کا جو مقام و مرتبہ معاشرے میں متعین کیا، وہ جدید و قدیم کی بے ہودہ روایتوں سے پاک ہے، نہ تو عورت کو گناہ کا پُتلا بنا کر مظلوم بنانے کی اجازت ہے اور نہ ہی اسے یورپ کی سی آزادی حاصل ہے۔

یہاں پر ان حقوق کا ذکر کیا جاتا ہے جو اسلام نے عورت کو دیئے بلکہ ترغیب و ترہیب کے ذریعہ اسے ادا کرنے کا حکم بھی صادر کیا۔

عورت کو زندہ رکھنے کا حق:

عورت کا جو حال عرب میں تھا وہی پوری دنیا میں تھا، عرب کے بعض قبائل لڑکیوں کو دفن کردیتے تھے۔ قرآن مجید نے اس پر سخت تہدید کی اور اسے زندہ رہنے کا حق دیا اور کہا کہ جو شخص اس کے حق سے روگردانی کرے گا، قیامت کے دن خدا کو اس کا جواب دینا ہوگا۔ فرمایا:

"واذا المؤدة سئلت. بای ذنب قتلت۔" (التکویر:۹،۸)

ترجمہ: "اس وقت کو یاد کرو جب کہ اس لڑکی سے پوچھا جائے گا جسے زندہ دفن کیا گیا تھا کہ کس جرم میں اسے مارا گیا؟"

ایک طرف ان معصوم کے ساتھ کی گئی ظلم و زیادتی پر جہنم کی وعید سنائی گئی تو دوسری طرف ان لوگوں کو جنت کی بشارت دی گئی جن کا دامن اس ظلم سے پاک ہو اور لڑکیوں کے ساتھ وہی برتاؤ کریں جو لڑکوں کے ساتھ کرتے ہیں اور دونوں میں کوئی فرق نہ کریں۔ چنانچہ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کی لڑکی ہو وہ نہ تو اسے زندہ درگور کرے اور نہ اس کے ساتھ حقارت آمیز سلوک کرے اور نہ اس پر اپنے لڑکے کو ترجیح دے تو اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل کرے گا۔

عورت بحیثیت انسان:

اسلام نے عورت پر سب سے پہلا احسان یہ کیا کہ عورت کی شخصیت کے بارے میں مرد و عورت دونوں کی سوچ اور ذہنیت کو بدلا۔ انسان کے دل و دماغ میں عورت کا جو مقام و مرتبہ اور وقار ہے اس کو متعین کیا۔ اس کی سماجی، تمدنی اور معاشی حقوق کا فرض ادا کیا۔ قرآن میں ارشاد ربانی ہے:

"خلقکم من نفس واحدۃ وخلق منها زوجها۔" (النساء:۱)

ترجمہ: "اللہ نے تمہیں ایک انسان (حضرت آدم) سے پیدا کیا اور اسی سے اس کی بیوی کو بنایا۔"

اس بنا پر انسان ہونے میں مرد و عورت سب برابر ہیں۔ یہاں پر مرد کے لئے اس کی مردانگی قابل فخر نہیں ہے اور نہ عورت کے لئے اس کی نسوانیت باعث عار۔ یہاں مرد اور عورت دونوں انسان پر منحصر ہیں اور انسان کی حیثیت سے اپنی خلقت اور صفات کے لحاظ سے فطرت کا عظیم شاہکار ہے، جو اپنی خوبیوں اور خصوصیات کے اعتبار سے ساری کائنات کی محترم بزرگ ترین ہستی ہے۔ قرآن میں ارشاد ہے کہ:

"ولقد کرمنا بنی آدم وحملنهم فی البر والبحر ورزقنهم من الطیبت وفضلنهم علی کثیر ممن خلقنا تفضیلاً۔" (سورۂ بنی اسرائیل:۷۰)

ترجمہ: "ہم نے بنی آدم کو بزرگی و فضیلت بخشی اور انہیں خشکی اور تری کے لئے سواری دی، انہیں پاک چیزوں کا رزق بخشا اور اپنی مخلوقات میں سے بہت سی چیزوں پر انہیں فضیلت دی۔"

اور سورۂ التین میں فرمایا:

"لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم۔" (التین:۴)

ترجمہ: "ہم نے انسان کو بہترین شکل و صورت میں پیدا کیا۔"

چنانچہ آدم کو جملہ مخلوقات پر فضیلت بخشی گئی اور انسان ہونے کی حیثیت سے جو سرفرازی عطا کی گئی، اس میں عورت برابر کی حصے دار ہے۔

عورت کی تعلیم کا حق:

انسان کی ترقی کا دارومدار علم پر ہے کوئی بھی شخص یا قوم بغیر علم کے زندگی کی تگ ودو میں پیچھے رہ جاتا ہے اور اپنی کم ذہنی کی وجہ سے زندگی کے مراحل میں زیادہ آگے نہیں سوچ سکتا اور نہ ہی مادی ترقی کا کوئی امکان نظر آتا ہے، لیکن اس کے باوجود تاریخ کا ایک طویل عرصہ ایسا گزرا ہے جس میں عورت کے لئے علم کی ضرورت واہمیت کو نظرانداز کیا گیا اور اس کی ضرورت صرف مردوں کے لئے سمجھی گئی اور ان میں بھی جو خاص طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں صرف وہی علم حاصل کرتے تھے اور عورت علم سے بہت دور جہالت کی زندگی بسر کرتی تھی۔

لیکن اسلام نے علم کو فرض قرار دیا اور مرد و عورت دونوں کے لئے اس کے دروازے کھولے اور جو بھی اس راہ میں رکاوٹ و پابندیاں تھیں، سب کو ختم کر دیا۔ اسلام نے لڑکیوں کی تعلیم وتربیت کی طرف خاص توجہ دلائی اور اس کی ترغیب دی، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "طلب علم فریضۃ" اور دوسری جگہ ابوسعید خدریؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جس نے تین لڑکیوں کی پرورش کی ان کو تعلیم وتربیت دی، ان کی شادی کی اور ان کے ساتھ (بعد میں بھی) حسن سلوک کیا تو اس کے لئے جنت ہے۔"

اسلام مرد و عورت دونوں کو مخاطب کرتا ہے اور اس نے ہر ایک کو عبادت اخلاق و شریعت کا پابند بنایا ہے جو کہ علم کے بغیر ممکن نہیں۔ علم کے بغیر عورت نہ تو اپنے حقوق کی حفاظت کر سکتی ہے اور نہ ہی اپنی ذمہ داریوں کو ادا کر سکتی ہے جو کہ اسلام نے اس پر عائد کی ہے، اس لئے مرد کے ساتھ ساتھ عورتوں کی تعلیم بھی نہایت ضروری ہے۔

جیسا کہ گزشتہ دور میں جس طرح علم مردوں میں پھیلا، اسی طرح عورتوں میں بھی عام ہوا، صحابہ کے درمیان قرآن وحدیث کا علم رکھنے والی خواتین کافی تعداد میں ملتی ہیں، قرآن وحدیث کی روشنی میں مسائل کا استنباط اور فتویٰ دینا بڑا ہی مشکل اور نازک کام ہے، لیکن پھر بھی اس میدان میں عورتیں پیچھے نہیں تھیں، بلکہ صحابہ کرامؓ کی مدمقابل تھیں، جن میں کچھ کا ذکر کیا جاتا ہے۔ مثلاً:

حضرت عائشہؓ، حضرت ام سلمہؓ، حضرت ام عطیہؓ، حضرت صفیہؓ، حضرت ام حبیبہؓ، اسماء بنت ابوبکرؓ، ام شریکؓ، فاطمہ بنت قیسؓ وغیرہ نمایاں تھیں۔

معاشرتی میدان:

جس طرح دیگر معاشروں نے عورت کو کانٹے کی طرح زندگی کی رہ گزر سے ہٹانے کی کوشش کی تو

اس کے برعکس اسلامی معاشرہ نے بعض حالتوں میں اسے مردوں سے زیادہ فوقیت اور عزت واحترام عطا کیا ہے۔ وہ ہستی جو عالم دنیا کے لئے رحمت بن کر تشریف لائی (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اس نے مظلوم طبقہ کو یہ مژدہ جانفزا سنایا:

"مجھے دنیا کی چیزوں میں سے عورت اور خوشبو پسند ہے اور میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز میں رکھ دی گئی ہے۔"

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ عورت سے بیزاری اور نفرت کوئی زہد وتقویٰ کی دلیل نہیں ہے، انسان خدا کا محبوب اس وقت ہوسکتا ہے جب وہ اللہ کی تمام نعمتوں کی قدر کرے جن سے اس نے اپنے بندوں کو نوازا ہے، اس کی نظافت اور جمال کا متمنی ہو اور عورتوں سے صحیح و مناسب طریقے سے پیش آنے والا ہو، یہی وجہ ہے کہ مرد اور عورت دونوں کے لئے نکاح کو لازم قرار دیا گیا ہے، اس سلسلے میں آپ کا ارشاد ہے:

"النکاح من سنتی فمن رغب عن سنتی فلیس منی۔"

ترجمہ: "نکاح میری سنت ہے، جس نے میری سنت سے روگردانی کی اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں۔"

چنانچہ ایک عورت بیوی کی حیثیت سے اپنے شوہر کے گھر کی ملکہ ہے اور اس کے بچوں کی معلم و مربی ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد فرمایا ہے:

"ھن لباس لکم وانتم لباس لھن۔" (البقرہ:۱۸۷)

ترجمہ: "عورتیں تمہارا لباس ہیں اور تم ان کا۔"

یعنی کہ تم دونوں کی شخصیت ایک دوسرے سے ہی مکمل ہوتی ہے۔ تم ان کے لئے باعث حسن و آرائش ہو تو وہ تمہارے لئے زینت وزیبائش غرض دونوں کی زندگی میں بہت سے تشنہ پہلو ہوتے ہیں جو کہ ایک دوسرے کے بغیر پایہ تکمیل تک نہیں پہنچتے۔

معاشی حقوق:

معاشرہ میں عزت معاشی حیثیت سے ہوتی ہے جو جاہ وثروت کا مالک ہے، لوگ اس کو عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور جس کے پاس نہیں ہے لوگ اس کے قریب سے گزرنا بھی گوارا نہیں کرتے، عزت کرنا تو دور کی بات ہے، اسے دنیا کے تمام سماجوں اور نظاموں نے عورت کو معاشی حیثیت سے بہت ہی کمزور رکھا سوائے اسلام کے، پھر اس کی یہی معاشی کمزوری اس کی مظلومیت اور بیچارگی کا سبب بن گئی۔ مغربی تہذیب نے عورت کی اسی مظلومیت کا مداوا کرنا چاہا اور عورت کو گھر سے باہر نکال کر انہیں فیکٹریوں اور دوسری جگہوں پر کام پر لگا دیا۔ اس طرح سے عورت کا گھر سے باہر نکل کر کمانا بہت سی دیگر خرابیوں کا سبب بن گیا ہے، ان حالات میں اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جس نے راہ اعتدال اختیار کیا۔

۱:... **عورت کا نان ونفقہ:** ہر حالت میں مرد کے ذمہ ہے، اگر بیٹی ہے تو باپ کے ذمہ، بہن ہے تو بھائی کے ذمہ، بیوی ہے تو شوہر پر اس کا نان ونفقہ واجب کردیا گیا اور اگر ماں ہے تو اس کے اخراجات اس کے بیٹے کے ذمہ ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ: "خوشحال آدمی اپنی استطاعت کے مطابق اور غریب آدمی اپنی توفیق کے مطابق معروف طریقے سے نفقہ دے۔" (البقرہ:۲۳۶)

۲:... **مہر:** عورت کا حق مہر ادا کرنا مرد پر لازم قرار دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

ترجمہ: "عورتوں کو ان کا حق مہر خوشی سے ادا کرو اگر وہ اپنی خوشی سے اس میں سے کچھ حصہ تمہیں معاف کردیں تو اس کو خوشی اور مزے سے کھاؤ۔"

۳:... **وراثت:** بعض مذہبوں کے پیش نظر وراثت میں عورت کا کوئی حق نہیں ہوتا، لیکن ان مذہبوں اور معاشروں کے برعکس اسلام نے وراثت میں عورتوں کا باقاعدہ حصہ دلوایا۔ اس کے لئے قرآن میں: "للذکر مثل حظ الانثیین" ارشاد ہوا ہے یعنی مرد کو عورتوں کے دو برابر حصے ملیں گے۔ (النساء:۱۱) یعنی عورت کا حصہ مرد سے آدھا ہے، اسی طرح وہ باپ سے، شوہر سے، اولاد سے اور دوسرے قریبی رشتہ داروں سے باقاعدہ وراثت کی حق دار ہے۔

۴:... **مال وجائیداد کا حق:** اس طرح عورت کو مہر سے اور وراثت سے جو کچھ مال ملے، وہ پوری طرح سے اس کی مالک ہے، کیونکہ اس پر کسی بھی طرح کی معاشی ذمہ داری نہیں ہے، بلکہ وہ سب سے حاصل کرتی ہے، اس لئے یہ سب اس کے پاس محفوظ ہے۔ اگرچہ مرد کا وراثت میں دوگنا حصہ ہے، مگر اسے ہر حال میں عورت پر خرچ کرنا ہوتا ہے، لہٰذا اس طرح سے عورت کی مالی حالت (اسلامی معاشرہ میں) اتنی مستحکم ہوجاتی ہے کہ کبھی کبھی مرد سے زیادہ بہتر حالت میں ہوتی ہے۔

۵:... پھر وہ اپنے مال کو جہاں چاہے خرچ کرے، اس پر کسی کا اختیار نہیں، چاہے تو اپنے شوہر کو دے یا اپنی اولاد کو یا پھر کسی کو ہبہ کرے یا خدا کی راہ میں دے، یہ اس کی اپنی مرضی ہے اور اگر وہ از خود کماتی ہے تو اس کی مالک بھی وہی ہے، لیکن اس کا نفقہ اس کے شوہر پر واجب ہے، چاہے وہ کمائے یا نہ کمائے۔ اس طرح سے اسلام کا عطا کردہ معاشی حق عورت کو اتنا مضبوط بنا دیتا ہے کہ عورت جتنا بھی شکر ادا کرے کم ہے، جب کہ عورت ان معاشی حقوق سے کلیتاً محروم ہے۔ (جاری ہے)

مرزا غلام احمد قادیانی

ایک نفسیاتی تجزیہ

پروفیسر ارشد جاوید

مرزا غلام احمد قادیانی ۱۸۳۹/۴۰ء میں پیدا ہوئے۔ ۱۸۶۴/۶۸ء میں سیالکوٹ کی کچہری میں بطور محرر ملازمت کی۔ اس دوران مختاری کا امتحان دیا، مگر کامیاب نہ ہوسکے۔ مرزا صاحب علم نجوم سے تو دلچسپی رکھتے ہی تھے۔ ۱۸۶۸ء میں سیالکوٹ سے واپسی کے بعد تسخیری عملیات اوراد و وظائف کی طرف بھی متوجہ ہوئے اور تقریباً ۹ ماہ کی چلہ کشی کے دوران "مسمریزم" کی بھی مشق کی، یہ مناظروں کا دور تھا اور ایک خاص حلقہ میں آپ مناظر اسلام کی حیثیت سے بھی معروف ہوچکے تھے۔ مزید آنکہ مقدمات کے سلسلے میں آپ کا لاہور اکثر آنا جانا اور یہاں کئی کئی دن تک قیام بھی رہتا تھا، جہاں مخالفین اسلام سے مذہبی بحث مباحثہ بھی آپ کا پسندیدہ مشغلہ تھا اور اسی سلسلہ میں آریوں کے خلاف مضمون نگاری بھی شروع کردی اور پھر ۱۸۷۷ء تا ۱۸۷۸ء مناظرانہ چیلنج بازی کا طریق اپناتے ہوئے خوب اشتہار بازی کی اور پھر اسلام کی حقانیت ثابت کرنے کے لئے مامور من اللہ اور ملہم ہوکر ۵۰ اجزا پر مشتمل "براہین احمدیہ" نامی ایسی لاجواب کتاب لکھنے کا اعلان کیا، جس میں تین سو دلائل ہوں گے، جن کا کسی کے پاس جواب نہیں۔ اس کا حصہ اول اور دوم ۱۸۸۰ء میں جبکہ حصہ سوم ۱۸۸۲ء اور حصہ چہارم ۱۸۸۴ء میں شائع کیا۔ ہندوستان کے بہت سے علمی و دینی حلقوں میں اس کتاب کا پرجوش استقبال کیا گیا۔ اس طرح مرزا غلام احمد صاحب قادیان کے گوشۂ گمنامی سے نکل کر شہرت و احترام کے زینے چڑھنے لگے اور لوگوں کی نگاہیں ان کی طرف اٹھ گئیں۔ اس دوران مرزا صاحب اسلام کے وکیل اور ایک مصنف کی حیثیت سے سامنے آئے۔

مرزا صاحب نے اپنی مذہبی زندگی کا آغاز ایک صوفی اور مناظر کی حیثیت سے کیا، پھر ملہم و محدث، ہونے کا اعلان کیا۔ ۱۸۸۴ء میں آپ نے مصلح اور مجدد ہونے اور مسیح کی مشابہت کا جبکہ ۱۸۹۱ء میں مثیل مسیح، اور پھر مسیح موعود اور مہدی معہود ہونے کا دعویٰ کیا اور آخرکار ۱۹۰۱ء میں نبی اور رسول اللہ ہونے کا اعلان کردیا اور ۱۹۰۸ء میں مرزا انتقال کرگئے۔

ختم نبوت:

پہلی صدی ہجری سے لے کر آج تک ہر زمانے اور پوری دنیائے اسلام میں ہر ملک کے مسلمان اور علماء اس عقیدے پر متفق ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی شخص نبی نہیں ہوسکتا اور یہ کہ جو بھی آپ کے بعد اس منصب کا دعویٰ کرے یا اس کو مانے وہ کافر اور خارج از ملت اسلام ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

"ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللّٰہ وخاتم النبیین" (الاحزاب:۴۰)

ترجمہ: "(لوگو) محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے مردوں میں کسی کے باپ نہیں ہیں مگر وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"ان الرسالۃ والنبوۃ قد انقطعت فلا رسول بعدی ولا نبی"

(جامع ترمذی:۲۲۷۳)

ترجمہ: "رسالت و نبوت کا سلسلہ ختم ہوگیا، میرے بعد اب نہ کوئی رسول ہے اور نہ نبی۔"

"وانہ سیکون فی امتی کذابون ثلاثون کلھم یزعم انہ نبی، وانا خاتم النبیین لا نبی بعدی۔" (سنن ابوداؤد:۴۲۵۲)

ترجمہ: "میری امت میں تیس کذاب ہوں گے جن میں سے ہر ایک گمان کرے گا کہ وہ نبی ہے، حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں۔"

حتیٰ کہ ابتدا میں مرزا صاحب خود بھی ختم نبوت کے قائل تھے اور نبوت کے داعی کو کافر گردانتے تھے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

☆... "اللہ تعالیٰ نے آپ (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) پر نبیوں کا خاتمہ فرمادیا۔"

(حمامۃ البشریٰ از مرزا صاحب، ص:۳۶ ضیاء اسلام پریس، ربوہ)

☆... "فی الحقیقت ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہوچکی ہے۔"

(کتاب البریہ، ص:۱۸۱)

☆... "میں جناب خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا قائل ہوں اور جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو، اس کو بے دین اور دائرۂ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں۔" (تبلیغ رسالت، ص:۴۴/۲)

☆... "سیدنا مولانا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت اور رسالت کو کاذب جانتا ہوں۔"

(تبلیغ رسالت:۱۲/۲)

دعویٰ نبوت کی حقیقت:

قرآن و حدیث کے اتنے واضح دلائل اور پھر مرزا صاحب کے اپنے اعلان کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے آخری نبی ہیں اور ختم نبوت کا منکر کاذب اور کافر ہے کے بعد مرزا صاحب کا اعلان نبوت حیران کن ہے۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ مرزا صاحب نے

جو کہ ایک عالم دین تھے اور ختم نبوت کے داعی کو کاذب و کافر سمجھتے تھے، خود اعلانِ نبوت کیوں کیا؟

مرزا صاحب کے اعلان نبوت کی ایک وجہ تو یہ ہو سکتی ہے کہ انہوں نے صرف دنیوی غرض و مفادات کے لئے سوچ سمجھ کر اور خوب غور و فکر کے بعد ایک پروگرام کے تحت یہ ڈھونگ رچایا ہو اور یہ کوئی نئی بات نہیں، کیونکہ مرزا صاحب سے پہلے بھی بہت سے لوگ نبوت کا دعویٰ کر چکے ہیں۔ حتیٰ کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں مسیلمہ کذاب نے نبوت کا دعویٰ کیا اور قتل ہوا، لیکن اگر مرزا صاحب کی کتب کا سرسری جائزہ لیا جائے تو معمولی سوجھ بوجھ کا ہر انسان اُن کی تحریروں میں واضح تضادات کو فوراً محسوس کر لیتا ہے۔ مرزا صاحب ایک ذہین آدمی تھے، اگر انہوں نے یہ دعویٰ سوچ سمجھ کر ایک اسکیم کے تحت کیا ہوتا تو ان کی کتب میں واضح تضادات نہ ہوتے، کیونکہ کسی بھی نارمل فرد کی تحریروں میں اس قدر نمایاں تضادات نہیں ہوتے جبکہ مرزا صاحب کی تحریریں تضادات کا شاہکار ہیں۔ خود مرزا صاحب کا ارشاد ہے:

"کسی عقل مند اور صاف دل انسان کے کلام میں ہرگز تناقض نہیں ہوتا، اگر کوئی پاگل یا مجنون یا ایسا منافق ہو کہ خوشامد کے طور پر ہاں ملا دیتا ہو، اس کا کلام بے شک متناقض ہو جاتا ہے۔" (ست بچن، ص:۳۰)

"جھوٹے کے کلام میں تناقض ضرور ہوتا ہے۔" (ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم، ص:۱۱۱)

مگر خود مرزا صاحب کا کلام تضاد اور تناقض سے بھرا ہوا ہے۔ چند مثالیں درج ذیل ہیں:

۱:... "اے لوگو! دشمن قرآن نہ بنو! اور خاتم النبیین کے بعد وحی نبوت کا نیا سلسلہ جاری نہ کرو، اس خدا سے شرم کرو جس کے سامنے حاضر کئے جاؤ گے۔" (آسمانی فیصلہ، ص:۲۵)

"ان پر واضح رہے کہ ہم بھی نبوت کے مدعی پر لعنت بھیجتے ہیں۔" (تبلیغ رسالت:۶/۲،۳۰)

دوسری طرف فرماتے ہیں:

"اور صریح طور پر نبی کا خطاب مجھے دیا گیا ہے۔" (حقیقۃ الوحی، ص:۱۵۰)

"سچا خدا وہ ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔" (دافع البلاء، ص:۱۱)

۲:... "میرے دعویٰ کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر نہیں ہو سکتا۔" (تریاق القلوب، ص:۱۳۰)

دوسری طرف لکھتے ہیں:

"خدا تعالیٰ نے میرے پر ظاہر کیا ہے کہ ہر ایک وہ شخص جس کو میری دعوت پہنچی ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا، وہ مسلمان نہیں۔" (الذکر الحکیم (رسالہ) نمبر۴، ص:۲۵)

۳:... "لعنت بازی صدیقوں کا کام نہیں، مومن لعان (لعنت کرنے والا) نہیں ہوتا۔" (ازالہ اوہام، ص:۶۶۰)

"میری فطرت اس سے دور ہے کہ کوئی تلخ بات منہ پر لاؤں۔" (آسمانی فیصلہ:۹)

"گالیاں دینا اور بدزبانی کرنا طریق شرافت نہیں۔" (اربعین ضمیمہ نمبر۴، ص:۵)

"میں سچ سچ کہتا ہوں جہاں تک مجھے معلوم ہے، میں نے ایک لفظ بھی ایسا استعمال نہیں کیا جس کو "دشنام دہی" کہا جائے۔" (ازالہ اوہام:۱/۶)

دوسری طرف فرماتے ہیں:

"ہمارے دشمن بیابانوں کے خنزیر ہو گئے اور ان کی عورتیں کتیوں سے بھی بڑھ گئیں۔" (درثمین:۲۲۹)

مولانا محمد حسین بٹالویؒ کے متعلق فرماتے ہیں:

"پلید و بے حیا، سفلہ......" (ضیاء الحق، ص:۱۳۳)

مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ کے متعلق لکھتے ہیں:

"کفن فروش، کتا۔" (اعجاز احمدی، ص:۲۳)

"خبیث، سور، کتا، بدذات، گوں خور۔" (بحوالہ از الہامات مرزا از شیخ الاسلام، ص:۱۲۳، حاشیہ)

مولانا سعد اللہ لدھیانوی کے متعلق ارشاد ہے:

"غول لئیم، فاسق، ملعون، نطفہ سفہاء، خبیث، کنجری کا بیٹا۔" (انجام آتھم، ص:۲۸۱)

مرزا صاحب کی مذکورہ بالا تحریریں نہ صرف تضاد کا شکار ہیں بلکہ ایسی تحریریں ایک نبی کا تو ذکر ہی کیا، کسی بھی شریف انسان کے مقام سے فروتر ہیں۔ کوئی بھی نارمل اور معقول انسان ایسی گندی زبان تحریر کرنا پسند نہیں کرتا، چہ جائیکہ ایک نبی ایسی گھٹیا اور بازاری زبان استعمال کرے۔

۴:... مرزا صاحب فرماتے ہیں:

"اور یہ بالکل غیر معقول اور بے ہودہ امر ہے کہ انسان کی اصل زبان تو کوئی ہو اور الہام کسی اور زبان میں ہو، جس کو وہ سمجھ بھی نہیں سکتا۔" (چشمہ معرفت، ص:۲۰۹)

دوسری طرف مرزا صاحب لکھتے ہیں:

"زیادہ تر تعجب کی بات یہ ہے کہ بعض الہامات مجھے ان زبانوں میں بھی ہوتے ہیں جن سے مجھے کچھ بھی واقفیت نہیں، جیسے انگریزی یا سنسکرت یا عبرانی وغیرہ۔" (نزول المسیح، ص:۵۷)

یاد رہے کہ مرزا صاحب کی اصل زبان پنجابی تھی۔ مزید براں مرزا صاحب کے بقول ان کو الہام بھی ہوتا تھا۔ آپ نے اپنی کتب میں اپنے بہت سے الہاموں کا ذکر کیا ہے۔ مرزا صاحب کو پہلا الہام ۱۸۶۵ء میں ہوا، اس کے بعد بقول مرزا صاحب الہامات کی بھرمار شروع ہوگئی۔

چند الہامات ملاحظہ فرمائیں:

"تو ہمارے پانی سے ہے اور وہ لوگ

(بزدلی) ہے۔" ("خاکسار پیپرمنٹ" البشریٰ، ج۲،ص۹۶،انجام آتھم،ص:۵۵)

"عالم کباب: آسمان سے دودھ اُترا، محفوظ رکھو۔" (البشریٰ ۲،ص:۱۱۲،۱۱۶)

"بالو الٰہی بخش چاہتا ہے کہ تیرا حیض دیکھے۔" (تتمہ حقیقۃ الوحی،ص:۱۴۳)

"کنواری بیوہ ڈگری ہوگئی ہے... مسلمان ہے۔" (براہین احمدیہ)

"ہمارا رب حاجی ہے۔" (براہین احمدیہ،۳،ص:۵۲۲)

"میری نعمت کا شکر کر، تو نے میری خدیجہ کو دیکھ لیا۔" (براہین احمدیہ،۳،ص:۵۵۷)

"We can what we will do"

تضادات اور تناقضات کے علاوہ اگر مرزا صاحب کے الہامات کا سرسری جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ایسا لغو، بے مقصد اور لایعنی کلام خدا کا تو کیا کسی نارمل انسان کا بھی نہیں ہوسکتا، اس سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ مرزا صاحب کا دعویٰ نبوت کسی سوچے سمجھے منصوبے کے تحت نہ تھا بلکہ یہ ایک نفسیاتی بیماری "پیرانائے" "Parania" کے تحت تھا، کیونکہ اگر یہ دعویٰ نبوت کسی سوچے سمجھے منصوبے کے تحت ہوتا تو مرزا صاحب کی تحریروں میں اس قدر کھلا تضاد نہ ہوتا اور نہ ہی وہ اپنی کتب میں اپنے لغو، بے مقصد اور لایعنی الہامات کا ذکر کرتے۔ مرزا صاحب کے انگریزی الہامات کی زبان تک درست نہیں۔ مزید براں سوچا سمجھا دعویٰ ہمیشہ ایسی کھلی اور واضح غلطیوں سے پاک ہوتا ہے۔

اس بیماری کے تحت مرزا صاحب کا یہ دعویٰ نبوت کوئی نیا یا انوکھا نہیں بلکہ اگر آپ آج بھی کسی پاگل خانے میں چلے جائیں تو وہاں آپ کی ملاقات پانچ سات ولیوں، دو چار نبیوں اور ایک آدھ خدا سے ضرور ہوجائے گی۔

پیرانائے (Parania):

پیرانائے، دیوانگی شدید دماغی خلل (Psychosis) کی وہ صورت ہے کہ جس میں وسوسوں یا خبطوں کا ایک منظم گروہ مریض کے ذہن میں رس بس جاتا ہے، ایسے مریض کے وسوسے اور خبط نہایت منظم و مربوط، متمدن، مدلل، منطقی، مستقل، متعین شدہ (Well Fixed)، پیچیدہ (Intricate) اور الجھے ہوئے (Complex) ہوتے ہیں۔ یہ وسوسے (Delusions) اکثر کسی ایک ہی مرکزی خیال کے گرد گھومتے ہیں، یہ مرض عموماً آہستہ آہستہ بڑھتا ہے۔

اکثر مریضوں کی شخصیت میں کوئی نمایاں خرابی یا نقص نہیں ہوتا، مریض محض اسی وسوسے یا خبط کی حد تک ابنارمل ہوتا، ورنہ باقی ہر لحاظ سے وہ صحیح عقل وفہم کا مالک ہوتا ہے اور بادی النظر میں بالکل نارمل دکھائی دیتا ہے۔

بعض مریضوں کو سمعی اور بصری وہم (Hallucination) آتے ہیں، انہیں طرح طرح کی آوازیں سنائی دیتی ہیں، چیزیں نظر آتی ہیں، یعنی بعض حواس خمسہ کے مختلف حواس سے کچھ نہ کچھ محسوس کرتا ہے، حالانکہ حقیقت میں کچھ بھی نہیں ہوتا۔ اس بیماری کے بنیادی وسوسے دو قسم کے ہوتے ہیں:

۱:... اذیت بخش وسوسے (خبط اذیت)

۲:... پُرشکوہ یا اقتداری وسوسے (خبط عظمت)

خبط اذیت میں مریض سمجھتا ہے کہ لوگ اس کے خلاف ہیں۔ یہ لوگوں کو اپنا دشمن سمجھتا ہے اور خبط عظمت کی وجہ سے مریض اپنے آپ کو ایک بڑا آدمی اور عظیم ہستی تصور کرتا ہے۔

خبط عظمت کی ایک قسم مذہبی خبط عظمت ہے جس میں مریض سمجھتا ہے اور دعویٰ کرتا ہے کہ:

"خدا مجھ سے محبت کرتا ہے میں اللہ کا منتخب بندہ ہوں اور اس کا برگزیدہ خادم ہوں، خدا کا نبی اور رسول ہوں اور مجھے خدا نے دنیا کی اصلاح کے لئے بھیجا ہے۔"

ایسے لوگ نئے نئے دین وضع کرتے ہیں، مذہبی کتابوں اور اصطلاحوں کی نئی نئی تفسیریں کرتے ہیں تاکہ انہیں اپنے تصورات کے مطابق ڈھال لیں۔ مریض محسوس اور دعویٰ کرتا ہے کہ اس پر وحی نازل ہوتی ہے اور اسے الہامات ہوتے ہیں۔

(تحلیل نفسی از حزب اللہ... ابنارمل سائیکلوجی اینڈ ماڈرن لائف از کول مین)

یہ مرض عموماً مردوں کو ہوتا ہے، وہ بھی تیس سال کے بعد عمر کے آخری حصہ میں۔ اس قسم کے مریض بہت شکی مزاج، خود پندار (Slef Importanat) متکبر، گستاخ، مغرور اور نہایت حساس ہوتے ہیں۔ تنقید قطعاً برداشت نہیں کرسکتے، فوراً بھڑک اٹھتے ہیں۔ ایسے مریض زبردست احساس برتری کا شکار ہوتے ہیں، مگر ان کے احساس برتری کے پس منظر میں احساس کمتری کارفرما ہوتا ہے۔ ان مریضوں کی اکثریت جنسی مسائل سے دوچار ہوتی ہے۔

(ابنارمل سائیکلوجی اینڈ ماڈرن لائف از کول مین)

پیرانائے کے اکثر مریض ذہین افراد ہوتے ہیں، ظاہری طور پر چونکہ بالکل نارمل معلوم ہوتے ہیں لہٰذا ہر قسم کے دلائل سے اپنی بات وقتی طور پر منوا لیتے ہیں یہ لوگ واقعات اور حقائق کو اسی طرح توڑ موڑ لیتے ہیں کہ وہ ان کے وسوسوں پر ٹھیک بیٹھتے ہیں۔ (تحلیل نفسی از حزب اللہ)

بعض اوقات یوں بھی ہوتا ہے کہ جب مریض کو یہ وسوسے آنے شروع ہوتے ہیں تو مریض کے دوست احباب اور عزیز واقارب کو اس کی اس تبدیلی کا احساس تک نہیں ہوتا اور وہ اس طرف توجہ نہیں دیتے، کیونکہ مریض ظاہری طور پر بالکل نارمل معلوم ہوتا ہے، پھر جوں جوں وقت گزرتا جاتا ہے، یہ وسوسے زیادہ منظم ہوتے جاتے ہیں اور مریض زیادہ مدلل، منطقی اور معقول معلوم ہوتا ہے، مرض جتنا شدید ہوگا، اس کی گفتگو اتنی ہی مدلل، منطقی اور معقول معلوم ہوتی ہے۔ (سائیکلوجی اینڈ ازاش)

ایسے مریض اپنے خیالات اور نظریات کو نہایت مربوط اور مدلل انداز میں اس طرح پیش کرتے ہیں کہ لوگ ان پر یقین کرلیتے ہیں۔ ایسے افراد اپنے رشتہ داروں، دوست احباب اور بعض دوسرے معقول افراد کو اپنے دعوے کی سچائی پر مطمئن کرلیتے ہیں۔

(ابنارمل سائیکولوجی اینڈ ماڈرن لائف ازکول مین)

مریض عموماً سمجھتا ہے اور اسے اس بات کا اعتراف ہوتا ہے کہ دوسرے لوگ اس کے نظریات اور خیالات کو وسوسے خیال کرتے ہیں، مگر پھر بھی وہ ان کی واضح تردید سے مطمئن نہیں ہوتا، کیونکہ اس کا وسوی نظام بہت پختہ اور اس کی ساخت پرداخت حد درجہ منطقی ہوتی ہے، جس کی وجہ سے مریض اپنے وسوسوں پر جما اڑا رہتا ہے۔ (تحلیل نفسی از حزب اللہ)

عمومی وجوہات:

پیرانائے کی تشکیل میں مریض کی معاشرتی، سماجی، پیشہ وارانہ اور ازدواجی زندگی کی ناکامیاں اہم رول ادا کرتی ہیں، یہ ناکامیاں مریض کی خودی (انا) اور شخصی اہمیت کے تصور کو خطرے میں ڈال دیتی ہے، جس سے اس کا وقار سخت مجروح ہوتا ہے، ایسے افراد کے مقاصد زندگی اور خیالات بہت بلند ہوتے ہیں مگر جب وہ ان کو حاصل کرنے میں ناکام رہتے ہیں تو یہ ناکامی ان میں احساس کمزوری اور احساس کمتری پیدا کردیتی ہے اور پھر وہ اس احساس کمتری کو مٹانے یا کم از کم، کم کرنے کے لئے اپنے آپ کو بڑھا چڑھا کر پیش کرتے ہیں۔

فرائڈ کے نزدیک اس مرض کے پیچھے دبی ہوئی ہم جنسی تمناؤں اور خواہشات کا بھی گہرا ہاتھ ہوتا ہے، اگرچہ مریض کو ان کا شعور و احساس نہیں ہوتا۔ یہ خواہشات نہایت غیر اخلاقی اور ناقابل قبول سمجھی جاتی ہیں جو کہ مریض کو پریشان کرتی ہیں۔ نتیجتاً مریض احساس گناہ اور احساس کمتری میں مبتلا ہوجاتا ہے اور پھر اس کی تلافی کرنے کے لئے وہ اپنے آپ کو بلند و اعلیٰ دکھانا چاہتا ہے۔ اس طرح اپنے وسوسوں کو ناقابل قبول اور متنفرانہ تمناؤں کے خلاف دفاعی فصیل سی بنادیتا ہے۔

پیرانائے کی ایک وجہ جنسی عدم مطابقت (Maladjustment) بھی بیان کی جاتی ہے۔ پیرانائے کے مریضوں کی اکثریت جنسی مسائل، پریشانیوں اور مشکلات کا شکار ہوتی ہے مگر ضروری نہیں کہ یہ مسائل ہم جنسیت ہی کے ہوں جیسا کہ فرائڈ کا خیال ہے۔ بقول کول مین عصر حاضر کے محققین کی اکثریت کے خیال کے مطابق اس بیماری کی تشکیل میں اہم ترین عناصر فرد کی دوسرے لوگوں کے ساتھ باہمی تعلقات میں دشواری، اپنی کوتاہی و کمزوری اور کمتری کا شدید احساس ہے۔ بعض دوسرے ماہرین کی رائے میں اس بیماری کی تشکیل میں عموماً حسب ذیل وجوہات پائی جاتی ہیں: غیر اخلاقی کردار پر احساس گناہ، دبی ہوئی ہم جنسی خواہشات، احساس کمتری اور اعلیٰ غیر حقیقت پسندانہ امنگیں۔

(جاری ہے)

مولانا سید محمد صادق شاہ کا سانحہ ارتحال

کراچی.... عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حلقہ اسٹیل ٹاؤن کراچی کے سرپرست، پاکستان اسٹیل مل کے خطیب اعلیٰ، جامع مسجد المصطفیٰ کے امام وخطیب حضرت مولانا سید محمد صادق شاہ صاحب ۱۴؍اکتوبر ۲۰۱۴ء بروز منگل کو ڈیڑھ سال علیل رہ کر اس دار فانی سے رحلت فرما گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت شاہ صاحب کا سن ولادت ۱۹۵۴ء ہے۔ آپ نے اپنی ابتدائی تعلیم اپنے دادا مرحوم کے مدرسہ میں اپنے آبائی علاقہ خان پور میں حاصل کی اور درجہ کتب طاہر والی میں مولانا دوست محمد قریشیؒ اور دیگر اساتذہ سے پڑھا، تفسیر حافظ الحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی نوراللہ مرقدہ سے پڑھی، کچھ درجات جامعہ مخزن العلوم خان پور میں پڑھے اور دورۂ حدیث کی تکمیل جامعہ خیر المدارس ملتان میں مولانا محمد شریف کشمیریؒ سے کی۔ ملتان کی عظیم علمی شخصیت حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب سے بھی آپ کو شرف تلمذ ہے۔

حضرت شاہ صاحب ایک بلند پایہ عالم دین تھے۔ پاکستان اسٹیل میں آپ کی خدمات کو تادیر یاد رکھا جائے گا، آپ جس مسئلہ کی وضاحت کرتے تو اس کے تمام مثبت و منفی پہلو اجاگر کرتے، آپ کی گفتگو نہایت سنجیدہ اور باوقار ہوا کرتی تھی حق بات کے اظہار سے آپ کبھی کسی کو خاطر میں نہ لاتے تھے۔

ایک مرتبہ پاکستان اسٹیل کے قبرستان میں کسی قادیانی مردے کو دفن کیا گیا تو حضرت شاہ صاحب کی محنت اور کاوش سے دفن شدہ مردہ کو مسلمانوں کے قبرستان سے نکال باہر کیا گیا اور عوام الناس نے حضرت شاہ صاحب کے اس کارنامہ کو خوب سراہا اور خراج تحسین پیش کیا۔

حضرت شاہ صاحب اکثر دینی و مذہبی قیادت کو اپنے ہاں خطاب کی دعوت دیتے اس طرح اہلیان اسٹیل ٹاؤن کو ان بزرگان دین اور علماء کرام کی زیارت اور ان کا بیان سننے کی سعادت نصیب ہوتی۔ آپ نے تحریک ختم نبوت میں بھی بھرپور کردار ادا کیا، اپنے اکابر سے حد درجہ عقیدت اور احترام کا معاملہ کرتے تھے اور کارکنان ختم نبوت کی ہر اعتبار سے سرپرستی کرتے اور ہر طرح سے تعاون کے لئے ہمہ وقت تیار رہتے۔ ایک روز قبل بھی جامع مسجد المصطفیٰ میں عقیدۂ ختم نبوت کا ایک پروگرام ہوا جو کہ آپ کی بیماری کی وجہ سے حضرت کی سرپرستی سے محروم رہا۔

آپ ۳۴ سال تک امامت وخطابت کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ آپ کے جنازہ میں ہزاروں افراد نے شرکت کی جس میں علماء کرام کی بھی کثیر تعداد تھی۔ مولانا اقبال اللہ، مولانا احسان اللہ، مولانا اکرم شاہ شیرازی، مولانا ولی اللہ ہزاروی، مولانا سرفراز، مولانا قاری انور شاہ، مولانا قاضی احسان احمد، مولانا مفتی حنیف، مولانا محمد علی افسر و دیگر علماء کرام شامل ہیں۔ حضرت مولانا صابر شاہ صاحب امام وخطیب اسٹیل مل نے جنازہ پڑھایا اور راقم نے مولانا کو لحد میں اتارنے کی سعادت حاصل کی۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی بال بال مغفرت فرمائے، ان کے درجات بلند فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین۔

(مولانا محمد علی مصطفیٰ)

ڈاکٹر عبدالسلام قادیانی کے قریبی عزیز، سابق قادیانی مربی

جناب محمد نذیر کے قبولِ اسلام کی سرگزشت

قسط:۳

منصور اصغر راجہ

اسلام قبول کرنے والے سابق قادیانی مربی نے بتایا کہ: "دور طالب علمی میں جب جامعہ احمدیہ میں ہمارے ہم جماعت ساتھی سعید نے جامعہ کے پرنسپل پر جنسی تشدد کا الزام لگایا تو ہم نے سعید کو جی بھر کے گالیاں دی تھیں، فیلڈ میں آنے کے بعد بھی اس طرح کے کچھ واقعات میرے علم میں آئے، لیکن میں انہیں اکا دکا لوگوں کا ذاتی فعل سمجھتا رہا۔ تاہم جب میں جماعت کے اعلیٰ حلقوں کے قریب ہوا تو مجھ پر یہ راز کھلا کہ یہاں تو آوے کا آوا ہی بگڑا ہوا ہے۔ اخلاقی گراوٹ اور پستی کے ایسے ایسے واقعات سامنے آئے کہ عقل دنگ رہ گئی۔ ظاہری طور پر جو لوگ ہمیں فرشتوں سے بھی افضل نظر آتے تھے، باطنی طور پر وہ ابلیس کو بھی مات دیتے دکھائی دیے۔

مرزا خلیل قمر چناب نگر کی مشہور علمی شخصیت ہیں۔ قادیانی خواتین کی اصلاح و تربیت کے لئے چھپنے والے جماعت احمدیہ کے رسالے ''مصباح'' کے ایڈیٹر ہیں۔ ان کے علم و فضل کے بارے میں ایک بار قادیانی خلیفہ رابع مرزا طاہر نے کہا تھا کہ ''اگر کتابوں سے بھرے ہوئے پانچ سو ٹرک ایک طرف ہوں اور مرزا خلیل قمر دوسری طرف تو مرزا خلیل قمر کا پلڑا بھاری ہوگا۔'' ''انصار اللہ'' کی تاریخ بھی انہی صاحب نے لکھی، لیکن اس عالم فاضل شخص کا اپنا کردار یہ ہے کہ اخلاقی بے راہ روی موصوف کا من پسند مشغلہ ہے۔ اسی عادت بد کے ہاتھوں ایک دفعہ بہت بُرے پھنسے بھی تھے۔ یہ ۲۰۰۷ء کی بات ہے کہ انہوں نے ایک لڑکے سے زیادتی کی۔ متاثرہ لڑکے کے اہل خانہ پولیس کے پاس پہنچ گئے۔ مرزا خلیل نے جب بات بگڑتی دیکھی تو متاثرہ فریق کو ایک لاکھ ۶۵ ہزار روپے دے کر راضی نامہ کر لیا۔ ان میں سے ۶۵ ہزار روپے الائیڈ بینک چناب نگر برانچ کے اکاؤنٹ سے ٹرانسفر کیے گئے اور باقی رقم نقد ادا کی گئی۔ راضی نامے کا اسٹامپ پیپر دو گواہوں کے روبرو لکھا گیا جو اب بھی محفوظ پڑا ہے۔ اگر مرزا خلیل قمر پسند فرمائیں تو وہ ان کی خدمت میں پیش کیا جا سکتا ہے۔

محمد بخش صادق جماعت احمدیہ کے سابق امیر اعلیٰ پاکستان ہیں۔ ان کے پاس جماعت کی کئی ذمہ داریاں ہیں، ناظم وقف جدید، ناظم تحریک جدید، ناظم خدمت درویشاں کے علاوہ جماعت احمدیہ کینیڈا کے امیر بھی رہے ہیں، نوجوان لڑکیوں سے اپنی ٹانگیں دبوانا، نوعمر لڑکوں سے زیادتی اور جماعتی اثاثوں کا بے دریغ ناجائز استعمال ان کے خاص شوق ہیں۔

سابق منیجر یو بی ایل نسیم سیفی گزشتہ ۲۰ سال سے چناب نگر کے محلہ دارالرحمت غربی کے صدر ہیں، وہ مالی تعاون کے بدلے غریب خواتین کے استحصال کا کوئی موقع ضائع جانے نہیں دیتے۔

سید مبارک شاہ بھی جماعت کے بڑے بااثر اور مرکزی مبلغ ہیں۔ یہ سندھ میں میرے پیشرو تھے، جب میری وہاں پوسٹنگ ہوئی تو میں نے انہی سے چارج لیا تھا، جماعت کے اندرونی حلقوں میں موصوف کو کرپشن کا بادشاہ اور جعلی بیعت کرانے کا ماہر سمجھا جاتا ہے۔

جھنگ کے رہائشی ڈاکٹر اللہ بخش صادق آج کل چناب نگر کی کالونی ''بیت الحمد'' میں رہتے ہیں۔ اندرون سندھ اپنی تعیناتی کے دوران انہوں نے کئی ہندو لڑکیوں کی عزت لوٹی۔

احسان اللہ چیمہ جماعت احمدیہ صوبہ سندھ کے ناظم ہیں۔ خالد محمود سندھو ایک اسپیشلسٹ مربی ہیں، جنہوں نے جامعہ احمدیہ چناب نگر سے سات سالہ ''شاہد'' کورس کیا ہوا ہے۔ خالد سندھو اور احسان چیمہ جامعہ میں کلاس فیلو اور گہرے دوست تھے۔ احسان چیمہ کی جب منگنی ہوئی تو وہ اپنی منگیتر سے ملنے کبھی کبھی اپنے سسرال جایا کرتے تو خالد سندھو بھی ان کے ساتھ ہوتے تھے۔ چونکہ یہ دونوں بھی پرلے درجے کے بدقماش ہیں۔

اس طرح کے کئی واقعات جب میرے علم میں آئے تو میرے دل میں قائم تقدیس تکریم اور عقیدت کا تاج محل مسمار ہونے لگا۔ لیکن مولوی محمد دین کے بارے میں انکشافات اندھی عقیدت کے اس تابوت میں آخری کیل ثابت ہوئے۔ مولوی محمد دین جماعت احمدیہ کے خلیفہ رابع مرزا طاہر کے استاد ہیں۔ موصوف بھی ایک بد عادت میں مبتلا ہیں۔ ان سے ''مستفید'' ہونے والوں میں احسن گوندل، افتخار شاکر، عبدالحفیظ، نوید اور محسن گکھو کا نام زیادہ آتا ہے۔ میں اس ساری صورت حال سے اس قدر بد دل ہوا کہ میں نے ۲۰۰۳ء میں ان تمام واقعات کے تذکرے پر

مئی ۸ صفحات پر مشتمل ایک خط اس وقت کے امیر جماعت احمدیہ پاکستان مرزا خورشید کو بذریعہ ٹی سی ایس ارسال کیا، لیکن ان کی طرف سے کوئی جواب نہ آیا، پندرہ یوم تک جواب کا انتظار کرنے کے بعد میں نے ان سے فون پر رابطہ کیا اور اپنے خط کے بارے میں پوچھا کہ کیا ان افراد کے خلاف کوئی تادیبی کارروائی عمل میں لائی جائے گی؟ تو انہوں نے جواباً کہا کہ: ''آپ ایک پاگل انسان ہو، اس لئے آپ کے خط پر کسی قسم کا عمل نہیں ہوسکتا۔'' امیر جماعت کا یہ جواب سننے کے بعد میں نے جماعت سے علیحدگی کے لئے اپنے آپ کو ذہنی طور پر تیار کرنا شروع کردیا۔

مجھے بچپن سے ہی اسکن الرجی تھی، جسم پر خارش کی وجہ سے میں ہر وقت پریشان رہتا، بہت علاج کرایا، بڑی مہنگی دوائیں اور کریمیں استعمال کیں لیکن کوئی فرق نہ پڑا۔ اسلامیہ ہائی اسکول جھنگ میں ہمارے ایک استاد ماسٹر عبدالحق صاحب ہوا کرتے تھے جو ہمیں دسویں جماعت میں پڑھایا کرتے تھے۔ متقی مسلمان ہیں اور ماشاء اللہ اب بھی بقید حیات ہیں، مجھے ان سے بہت انسیت ہے۔ میں جب بھی جھنگ جاتا تو ان کی خدمت میں ضرور حاضری دیتا، وہ میرے خاندانی، مذہبی پس منظر سے بخوبی واقف ہونے کے باوجود میرے ساتھ بے حد محبت کرتے ہیں۔ جن دنوں میں جماعت سے علیحدگی کے بارے میں سوچ رہا تھا تو ایک روز ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ دوران گفتگو میں نے اپنی بیماری کا ذکر کرتے ہوئے ان سے دعا کے لئے درخواست کی تو فرمانے لگے کہ: میں تمہارے لئے دعا تو ضرور کروں گا لیکن تم ایک کام کرو۔ چالیس روز تک روزانہ ہر رات اپنی عبادت گاہ میں کچھ وقت اللہ کی یاد میں گزارا کرو اور اس دوران اللہ سے یہ التجا کیا کرو کہ: ''اے میرے رب! اگر تو نے مجھے اس بیماری سے شفا دے دی تو میں مرتے دم تک تیرا فرمانبردار بن کر رہوں گا۔'' میں نے ماسٹر صاحب کی اس ہدایت پر عمل شروع کردیا۔ ان دنوں میں ذہنی طور پر پریشان ہونے کی وجہ سے ویسے بھی تنہائی کی تلاش میں رہتا تھا۔ ماسٹر صاحب کی ہدایت پر عمل کرتے ہوئے ۳۰ روز گزر چکے تھے، اس رات میں منڈی بہاؤالدین کے موضع ''رجوعہ'' میں ایک دوست کے پاس ٹھہرا ہوا تھا، حسب معمول رات کے وقت عبادت گاہ میں بیٹھا تھا کہ میری آنکھ لگ گئی، میں نے خواب میں دیکھا کہ مجھے کوڑھ ہوگیا ہے، میرا سارا جسم گل سڑ رہا ہے اور اپنی اس حالت کی وجہ سے میں زار و قطار رو رہا ہوں، اتنے میں خواب میں ہی مجھے ایک انتہائی پُرنور باریش چہرہ نظر آیا، ایسا حسین و جمیل چہرہ میں نے زندگی میں کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اس شخصیت نے مجھ سے پوچھا کہ آپ رو کیوں رہے ہو؟ میں نے روتے ہوئے جواباً عرض کیا کہ میری جو حالت ہے، کیا یہ ہنسنے کے قابل ہے؟ میرا جواب سن کر اس چہرے پر بڑی خوبصورت مسکراہٹ جگمگائی اور پھر انہوں نے میرے سر پر اپنا ہاتھ پھیرنا شروع کردیا، پھر مجھے کہا کہ: ''تمہاری بیماری ختم ہوجائے گی، آئندہ کوئی دوائی استعمال نہ کرنا اور اب فرمانبردار ہوجاؤ۔'' اس کے ساتھ ہی میری آنکھ کھل گئی اور میرے دل میں پہلا خیال یہ آیا کہ اب مجھے تائب ہوجانا چاہئے۔ مزے کی بات یہ ہے کہ وہ دن اور آج کا دن، مجھے دوبارہ کبھی خارش کی تکلیف نہیں ہوئی۔ میں نے تمام دوائیں اور کریمیں پھینک دیں، اب کبھی اسکن الرجی کے لئے دوا استعمال نہیں کی۔ یہ ۲۰۰۶ کی بات ہے۔''

(جاری ہے)

واہگہ بارڈر پر ہونے والا حملہ انتہائی افسوسناک اور قابل مذمت ہے: علماء کرام

اسلام آباد..... واہگہ بارڈر پر ہونے والا حملہ افسوسناک اور قابل مذمت ہے۔ اس حملے میں ملوث قوتوں کو بے نقاب کرکے قرار واقعی سزا دی جائے۔ پوری قوم پاکستان دشمن قوتوں کے خلاف سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن جائے۔ شہداء کے ورثاء کے دُکھ میں برابر کے شریک ہیں۔ ملک بھر کی تمام مساجد و مدارس میں شہداء کے درجات کی بلندی کے لئے دعائیں کرنے کی ہدایات جاری کردیں۔ ان خیالات کا اظہار وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے رہنماؤں شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان، مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر، مولانا محمد حنیف جالندھری اور مولانا انوار الحق نے اپنے ایک مشترکہ بیان میں کیا۔ انہوں نے کہا کہ واہگہ بارڈر پر ہونے والا حملہ انتہائی افسوسناک اور قابل مذمت ہے۔ وفاق المدارس کے قائدین نے اس سانحہ کو قومی سانحہ قرار دیا۔ وفاق المدارس کے رہنماؤں نے مطالبہ کیا کہ اس حملے میں ملوث قوتوں کو بے نقاب کیا جائے اور قوم کو حقائق سے آگاہ کیا جائے۔ انہوں نے پوری قوم سے اپیل کی کہ وہ پاکستان دشمن قوتوں کے مقابلے میں سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن جائے۔ علمائے کرام نے کہا کہ وہ اس سانحے میں شہید ہونے والوں کے لواحقین کے دُکھ میں برابر کے شریک ہیں اور وفاق المدارس کی طرف سے ملک بھر کی مساجد و مدارس کو ہدایات جاری کردی گئی ہیں کہ وہ شہداء کے درجات کی بلندی اور وطن عزیز کی اندرونی بیرونی خطرات اور ہر قسم کی سازشوں سے حفاظت کے لئے دعائیں مانگیں۔

تحریکِ ختم نبوت..... آغاز سے کامیابی تک

قسط:۶

سعود ساحر

میں اس بات سے بخوبی آگاہ ہوں کہ کسی مردود کے ناپاک الفاظ کو زبان پر لانے کی عامۃ المسلمین کو اجازت نہیں۔ ایسا صرف وہ مفتیان کرام اور وکلا حضرات کرسکتے ہیں، جو کافروں کے خلاف اسلام اور مسلمانوں کا مقدمہ لڑ رہے ہوں اور اس مقولے کے مخاطب عام مسلمان نہیں ہیں: ''نقل کفر، کفر نہ باشد'' تاہم جس تحریر کا اعزاز اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا کیا، جس کی توفیق محترم بھائی عبداللطیف خالد چیمہ اور محترم محمد علی صدیقی کی دعاؤں اور پیہم تقاضوں سے ملی، ملک کے اندر اور بیرون ملک سے پسندیدگی اور دعاؤں کا جو تحفہ ملا، اس کے پیش نظر اللہ سے معافی اور اپنے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی کی طلب میں، مرزا قادیانی اور اس کے آل واولاد کے بعض کفریہ کلمات سے جزوی طور پر اپنی تحریر کو آلودہ کررہا ہوں، تاکہ قارئین پر اس فریبی گروہ کی اصلیت ظاہر ہوجائے اور ہمارے عقائد کی پختگی کا سامان ہو۔ قارئین! دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ میری کوتاہیوں اور نالائقیوں سے درگزر فرمائے اور حضور سرور دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں میری یہ تحریر قبولیت کا درجہ پائے اور رب تعالیٰ ہماری ارض موعود کو دہشت گردوں اور سیاسی وحشیوں سے نجات دے۔ اس کو سیاسی اور معاشی استحکام عطا فرمائے۔ ہمیں بہتر قیادت نصیب فرمائے جو ڈوبنے کے خطرے سے دوچار اس ارض پاک کو سلامتی کے ساتھ امن واستحکام کے ساحل تک پہنچائے۔ اس حقیقت کو تسلیم کیا جائے کہ ہمارے بزرگوں نے جسد ملی کو فاسد مادے سے نجات دیدی۔ دشمن گروہ کو بے نقاب کردیا، مگر اس سازشی گروہ کے غارت گر حربوں سے مکمل تدارک تاحال ممکن نہیں ہوا، ہم اپنے بزرگوں کے صراط مستقیم کی نشاندہی کے لئے نصب کئے جانے والے پہلے سنگ میل کو منزل سمجھ کر مطمئن ہوکر بیٹھ گئے اور اس پر توجہ نہ دی کہ دشمن کے وسائل بھی لامحدود ہیں۔ یہود ونصاریٰ کی سرپرستی بھی اسے حاصل ہے۔ ہوس اقتدار میں مبتلا کٹھ پتلیوں کو امت مسلمہ کے خلاف استعمال کرنے کا فن بھی وہ جانتے ہیں۔ ہمارے جرائم پیشہ لوگوں کو یورپ اور امریکہ میں پناہ بھی دی جارہی ہے۔ ملک میں افراتفری کا سامان بھی ہورہا ہے۔ مختلف مسالک کو ایک دوسرے سے لڑانے، خون خرابے پر مائل کرنے کا بندوبست بھی ہورہا ہے۔ پیغمبر امن وسلامتی، اتحاد کے داعی اور آدمی کو انسان بنانے، زندگی کا سامان کرنے والے، غریبوں کے ملجا، یتیم وبے سہاروں کے والی کی عظمت کا اقرار باللسان کرنے والے تصدیق بالقلب سے گریزاں کیوں؟ اس پر غور کیوں نہیں کیا جاتا کہ وہ کون سی ناپاک قوت ہے، جس نے ہمارے دلوں سے شجر ثمر بار کو اکھاڑ پھینکا اور نفرتوں اور کدورتوں کا جھاڑ جھنکاڑ ہمارے دل میں اگادیا۔ آیئے حضرت احمد ندیم قاسمی کی سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس التجا کو ورد زبان بنالیں۔

میرے حضورؐ مجھے بازوؤں میں لے لیجے
میری تلاش میں ہیں گردشیں زمانے کی

آگے بڑھنے سے پہلے پروفیسر منور مرزا مرحوم کی تحریر کا اقتباس پڑھ لیں۔ یہ 70ء کے انتخاب کے بعد کی تحریر ہے: ''میں نے اپنے ایک قادیانی رفیق کار سے پوچھا: آپ کو بھٹو صاحب کے ساتھ شامل ہونے کی ضرورت کیوں محسوس ہوئی؟ بولے: بھٹو اگر آگئے تو مولویوں کا توڑ کریں گے، وہ سوشلزم لائیں یا کچھ اور ہمیں تو مولویوں کو شکست دینا ہے۔ اس کے لئے بھٹو صاحب سے بہتر حلیف ہمیں نہیں ملے گا، ہم خاموشی سے اپنا کام کرتے رہیں گے۔'' اب بھٹو صاحب کے وہ کون سے اقدامات تھے، جنہوں نے قادیانیوں کو سازش پر اکسایا۔ اس کا جواب بھی اخبارات کی فائلوں میں تلاش کیا جاسکتا ہے اور ان کے کئی ساتھی جو اعلیٰ سیاسی مناصب پر فائز تھے، طلبا کے ساتھ ربوہ اسٹیشن پر ہونے والی غنڈہ گردی اور غنڈوں کا دفاع کررہے ہیں، جنہیں بھٹو صاحب نے برطرف کیا، بھٹو صاحب کے در سے ٹھکرائے ہوئے سب نہیں، مگر بعض لوگ اس حرکت کے مرتکب ہورہے تھے۔

آیئے قومی اسمبلی کی خصوصی کمیٹی کی کارروائی سے رجوع کرتے ہیں، جہاں مرزا ناصر زیر دام تھا اور محترم اٹارنی جنرل کے ہر سوال کا مبہم ادھورا جواب دے رہا تھا یا اپنی کتابوں سے مدد لینے کے لئے مہلت کا طلب گار تھا، حالانکہ اٹارنی جنرل پوری طرح کیل کانٹے سے لیس تھے اور اسمبلی میں موجود علما اور دوسرے ارکان مرزا کی دروغ گوئی کے سب نمونے اپنے پاس رکھتے تھے اور فرار کی راہیں روکنے کے لئے جو سوال جس کتاب سے اٹھایا گیا تھا، وہ فوراً پیش کرتے تھے۔ ابتدا

میں مرزا کذاب کے خاندان، اس کے ماننے والوں کی تعداد، جانشین منتخب کرنے کے طریقے، تازہ گمراہ ہونے والے سے بیعت کے طریقے کے حوالے سے سوالات کئے گئے، جن میں سے اکثر کا جواب "میرے علم میں نہیں تھا" مرزائیوں کی تعداد سے لاعلم، رکن سازی کے فارم کا ریکارڈ نہیں رکھا جاتا۔ بیعت کا فارم پُر کرانے کا اقرار یہ فارم محفوظ رکھنے کا خلیفہ کو علم نہیں؟ مذہب کے بارے میں جھوٹا: بگر یشن۔ یا مرزا ناصر احمد کے نزدیک جائز ہے۔ مولانا شاہ احمد نورانی اور مولانا غلام غوث ہزاروی معترض تھے کہ مرزا ناصر سوالات کا صاف صاف جواب نہیں دیتا ہے، اسے مجبور کیا جائے کہ واضح جواب دے۔ سوال بہت واضح ہوتے ہیں، وہ جواب گول مول دیتا ہے۔ صاحب زادہ فاروق علی خان کی تجویز تھی کہ اگلا سوال اس وقت تک نہ کیا جائے، جب تک گواہ پہلے سوال کا صحیح جواب نہ دے یا جواب دینے سے انکار نہ کردے، البتہ اٹارنی جنرل نے یہ قانونی نکتہ اٹھایا کہ ہم گواہ کو مجبور نہیں کر سکتے، گواہ جو بھی جواب دے آپ نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں۔ عدالت گواہ کے بیان پر فیصلہ کرتی ہے، جواب میں ہیر پھیر گواہ کے خلاف جاتا ہے۔ اس دوران ہر ہر قدم پر مرزا ناصر، اپنے اور اپنے دادا کے جھوٹ کا دفاع کرنے میں ناکام رہا۔ قادیانیوں کی تعداد کے حوالے سے جب اٹارنی جنرل نے نشاندہی کی کہ باؤنڈری کمیشن کے سامنے جو دستاویز دستخط کے ساتھ پیش کی گئی، اس میں قادیانیوں کی تعداد دو لاکھ بتائی گئی، جبکہ آپ ۱۹۰۸ء میں احمدیوں کی تعداد چار لاکھ بتا رہے ہیں۔ مرزا ناصر نے کہا کہ آپ کے پاس دستاویز ہے؟ اٹارنی جنرل نے کہا یہ لیجئے۔ اس حقیقت کو جھٹلانا ممکن نہ تھا۔ دستاویز ملاحظہ کرنے کے بعد مرزا ناصر نے بات کا رخ موڑنے کی کوشش کی، اعداد و شمار سے کچھ نہیں ہوتا، پانچ آدمیوں پر بھی ظلم ناجائز ہے۔ بات ظلم و ناانصافی کی نہ تھی، قادیانیوں کی نفری کی تھی۔ اب دیکھئے ۱۹۰۱ء میں مرزا کذاب نے انگریزوں سے کہا کہ مردم شماری میں قادیانیوں کو مسلمانوں سے علیحدہ دکھایا جائے۔ پھر ۱۹۱۱ء اور ۱۹۱۳ء میں یہی ہوا، مگر اس کے بعد یہ سلسلہ منقطع ہو گیا۔ ایسا کیوں ہوا۔ مرزا ناصر: "نہ معلوم کیوں ہوا؟" صبح کے اجلاس میں مرزا ناصر کہتا ہے: میں امام ہوں اور میرا لقب خلیفۃ المسیح ثالث ہے۔ شام کے اجلاس میں اٹارنی جنرل کے استفسار پر کہتا ہے: "میں نے آج تک نہیں کہا مجھے امام کہو، امیر المومنین کہو۔" ایک طویل ہیرا پھیری کے بعد تسلیم کیا کہ "مرزا کذاب کو نہ ماننے والے کافر ہیں" ورنہ ہر سوال کے جواب میں اسلام کو دو دائروں میں تقسیم کرتا رہا کہ مرزا کذاب کو نہ ماننے والے دائرۂ اسلام سے خارج ہیں، مگر انسانیت کے دائرے میں واجب احترام۔ "جو مرزا کو نہیں مانتا، وہ سیاسی معنی سے ملت سے نہیں نکلا، جبکہ حقیقی معنی میں نکل گیا۔"

اپنے بیان میں جن لغویات کو مرزا ناصر اپنا عقیدہ بتاتا ہے، پھر اسی سے راہ فرار بھی اختیار کرتا ہے۔ ہر چند یہ سب بکواس مرزا غلام احمد کی تحریروں میں موجود ہے۔ ایک سوال کے جواب میں کہتا ہے: "یہ دعویٰ نہیں، میرا عقیدہ ہے کہ مہدی اور مسیح ہونے کی بنا پر مرزا غلام قادیانی تمام انبیاء، حضرت حسینؓ اور تمام اولیاءؒ سے افضل ہے" اور جب اٹارنی جنرل اس دعویٰ کی بنیاد پر استفسار کرتے ہیں کہ کیا وہ (مرزا ناصر) اپنے دادا کو سب سے افضل سمجھتے ہیں؟ تو جواب میں کمیٹی کے ارکان کو یہ کہہ کر قہقہے لگانے پر مجبور کرتا ہے "آپ نتیجہ پکڑ لیتے ہیں" ایک موقع پر جب اٹارنی جنرل ۱۹۰۶ء میں اخبار البدر میں شائع ہونے والے اشعار کے حوالے سے جن میں مرزا غلام قادیانی اپنی برتری ہادیٔ برحق صلی اللہ علیہ وسلم پر ثابت کرتا ہے تو مرزا ناصر احمد کہتا ہے کہ "ہمارے خلیفہ مرزا بشیر الدین محمود نے اس کی تردید کر دی تھی۔" اور جب توجہ دلائی جاتی ہے کہ خلیفہ تردید کرتا ہے اور خود مرزا ان اشعار کو سن کر جزاک اللہ کہتا ہے، دونوں میں سے غلط (جھوٹا) کون ہے؟ تو یہ کہتا ہے: "میں چیک کروں گا۔"

اب دیکھئے دریافت کیا جاتا ہے کہ "ابوجہل پر اتمام حجت ہو گیا تھا؟"۔ "میں اس وقت نہیں تھا بتا نہیں سکتا"۔ اٹارنی جنرل: "آپ تو مرزا کے زمانے میں بھی نہیں تھے، بلکہ پیدا بھی نہیں ہوئے تھے۔" مرزا ناصر: "خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے مرزا کو پڑھا ہے۔" "جس نے مرزا کا نام نہیں سنا، وہ کس زمرے میں آئے گا؟" مرزا ناصر احمد: "نام نہیں سنا، کس زمرے میں آئے گا؟" اٹارنی جنرل: "یہ میرا سوال ہے، آپ سے، جواب مطلوب ہے، بات کو گول نہ کریں۔ آپ کے باپ نے کہا، جس نے مرزا کو نہ مانا، اس نے مرزا کا نام سنا یا نہیں، کافر ہے۔" جواب دیکھئے "ہاں ہاں کہتا ہے، مگر خارج از اسلام۔"

حضرت عیسیٰ کے بارے میں سوال پر جو در فنطنی چھوڑی۔ "میں نے مطالعہ کر لیا ہے، ایک ہیں انجیل کے یسوع مسیح، ایک ہیں قرآن مجید کے عیسیٰ، مرزا نے جو کچھ کہا یسوع مسیح کے بارے میں کہا، حضرت مسیح کے تو وہ مثیل ہیں، ان کی تو تعریف کی ہے۔" اٹارنی جنرل: "حضرت عیسیٰ ایک ہیں یا دو وجود ہیں؟ آپ حضرات فرمائیں کہ کیا جواب ہے؟" مرزا ناصر: "میں اس پر کچھ نہیں کہہ سکتا، یہ آپ عیسائیوں سے پوچھیں۔" مولا بخش سومرو: "میں تھک گیا ہوں، مجھے فارغ کر دیں۔" محمود اعظم فاروقی: "جناب آپ ان سے کہیں کہ کشتہ کھا کر آئیں، تا کہ کچھ وقت بیٹھ سکیں۔" میاں عطاء اللہ: "آج اٹارنی جنرل نے چار نکات پر مرزا کو زچ کر دیا۔ اس لئے تھکن طاری ہو گئی۔"

۸/ اگست کی کارروائی کے آغاز میں چوہدری ظہور الٰہی نے درخواست کی کہ اسٹینڈنگ کمیٹی کی مدت

کا تعین ہو جائے، تاہم اٹارنی جنرل جناب یحییٰ بختیار کا کہنا یہ تھا کہ جہاد کا انکار اور مرزا کو نہ ماننے والوں کو کافر کہتا ہے، اتقاضہ یہ کرتا ہے کہ مرزا کے ماننے والوں کو کافر کوئی نہ کہے، جو حق اپنے لئے طلب کرتے ہیں، دوسروں کو وہ دینے کو تیار نہیں اور اپنے کفریہ عقائد کی تاویلیں کرتے ہیں، مگر جرح میں صحیح صورت حال سامنے آرہی ہے۔ کہا نہیں جاسکتا کہ کتنا مزید وقت لگے گا۔ اٹارنی جنرل نے مائی فاطمہؓ کے بارے میں دریافت کیا کہ حضرت فاطمہؓ بھی دو شخصیتیں ہیں؟ مرزا ناصر احمد: ''دیکھئے خواب کا معاملہ عجیب ہے، یہ قلائد الجواہر ہے۔ اس پر شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا خواب ہے۔ یہ تذکرہ اولیاء ہے، اس میں حضرت امام ابو حنیفہؒ کا خواب ہے، ایک خواب ''دیوبندی مذہب'' نامی کتاب میں حضرت اشرف علی تھانوی کا ہے، اگر مرزا نے توہین کی ہے، تو پھر سب پر فتویٰ لگائیں۔'' اس موقع پر مفتی محمودؒ نے فرمایا کہ مرزا کی گفتگو کے دوران ہی میں نے حوالہ جات دیکھ لئے تھے۔ قلائد الجواہر شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی کتاب ہے نہ تذکرہ اولیاء امام ابو حنیفہؒ کی کتاب ہے، نہ ''دیوبندی مذہب'' حضرت اشرف علی تھانویؒ کی تحریر کردہ کتاب ہے، ان کتب میں جو کچھ لکھا گیا، وہ حجت نہیں، ان رطب و یابس کتب کا ذکر کر کے معاملہ الجھانا دجل ہے، اگر ایسا ہوتا بھی تو مرزائیوں کے لئے مفید مطلب نہیں، کسی غیر نبی کا کوئی بھی مرتبہ ہو، وہ امتی ہے، جس کا خواب حجت نہیں۔ خود ایسا خواب دیکھنے والا بھی شرعی اعتبار سے اسے ماننے کا پابند نہیں، جبکہ مرزا نے کتاب میں لکھا: ''نیند میں خواب دیکھا، بیداری میں کتاب لکھی۔'' مرزا نبی ہونے کا مدعی ہے اور نبی کا خواب حجت ہے۔ مرزا نے خواب نہیں، کشف لکھا۔ نبی کا خواب یا کشف وحی ہوتا ہے۔ خواب کی تعبیر کی جاتی ہے، وحی کی تو تعبیر نہیں کی جاتی! ہم خوابوں کے پابند نہیں۔ ان سات باتوں کی جرأت ہے تو تردید کرے! مرزا کا جواب تھا۔ ''مفتی صاحب نے صحیح کہا، یہ ان کی کتابیں نہیں ہیں۔'' سوال کیا گیا کہ ازالہ اوہام میں مرزا کہتا ہے: ''دوسرے نبی کا مطیع ہونا محدث کہلاتا ہے اور ناقص طور پر نبی بھی کیا مرزا ناقص نبی تھا۔'' مرزا ناصر جواب میں کہتا ہے کہ میں مرزا غلام احمد کے حوالے سے انکار نہیں کرتا، محدث تو ہر نبی ہوتا ہے۔ کیا حضور علیہ السلام بھی؟ جواب ''بالکل'' اور ''کیا ناقص بھی؟'' ''آپ نتیجہ کیوں پکڑ لیتے ہیں؟'' مسلمان اکابرین، صلحا، صوفیا، رسولؐ کے شیدائی، خدا کے مقرب بندوں حضرت رشید احمد گنگوہیؒ، حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑویؒ کے بارے میں جو کچھ کہتا ہے، وہ خبث باطن ہے، حضرت مہر علی شاہ کا آستانہ آج بھی آباد ہے۔

مرزا ناصر مسلسل ریکارڈ کے ملاحظے کا بہانہ بنا کر واضح جواب سے گریز کرتا ہے، ادھورے جواب دیتا رہا۔ اس پر مولانا غلام غوث ہزاروی، احمد رضا قصوری اور دوسرے ارکان نے چیئرمین سے کہا کہ ہم یہاں واضح جواب حاصل کرنے کے لئے جمع ہیں، مرزا کے بے معنی لیکچر سننے نہیں۔ آپ واضح جواب حاصل کریں۔ کج بحثی کی ایسی مثال مشکل سے ملے گی۔ اٹارنی جنرل: ''جو شخص پیروی نہ کرے، بیعت میں داخل نہ ہو، وہ خدا اور رسول کی نافرمانی کرنے والا جہنمی ہے؟'' مرزا: ''یہ کہاں کا حوالہ ہے؟'' یحییٰ بختیار: ''تبلیغ رسالت کا'' صاحبزادہ فاروق علی: ''کتاب گواہ کو دیدیں، کیا یہ درست ہے؟'' مرزا: ''درست ہے۔'' یحییٰ بختیار: ''جو مرزا غلام احمد کو نہیں مانتا!'' مرزا ناصر: ''وہ اللہ و رسول کو نہیں مانتا۔'' یحییٰ بختیار: ''جو اللہ رسول کو نہیں مانتا؟'' مرزا ناصر: ''دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔'' ''جو مرزا کو نہیں مانتا؟'' مرزا ناصر: ''وہ بھی ایسا ہی ہے۔'' مولانا غلام غوث ہزاروی: ''شرمایئے نہیں، صاف بتائیں جو مرزا کا منکر وہ اللہ و رسول کا منکر کافر ہے، تو مرزا کا منکر بھی کافر ہے؟'' مرزا ناصر: ''بالکل مرزا کا منکر ایسا ہی ہے۔'' ایوان میں قہقہہ بلند ہوا تو مرزا ناصر حیرت سے کہنے لگا: ''آپ کیوں قہقہے لگاتے ہیں؟'' چیئرمین: ''آپ صاف بتائیں، مرزا کا منکر مسلمان ہے یا نہیں؟ اگر مرزا کو مانے بغیر آدمی مسلمان ہے تو مرزا کو ماننے کی حاجت کیا ہے؟ اگر مانے بغیر مسلمان نہیں تو صاف بتائیں؟'' مرزا ناصر: ''مرزا کو نہ ماننے والے مسلمان نہیں ہیں۔'' اٹارنی جنرل: ''سارے غیر احمدی مسلمان نہیں؟'' مرزا ناصر: ''سارے کیسے؟'' اٹارنی جنرل: ''جو مرزا کو نہیں مانتا وہ کافر بلکہ پکا کافر؟'' مرزا ناصر: ''جی ہاں، جن پر اتمام حجت ہو چکا، وہ کافر ہیں۔'' اٹارنی جنرل: ''جن پر اتمام حجت ہو چکا، وہ کافر ہیں؟'' مرزا ناصر: ''کہہ دیا، کتنی دفعہ کہلوائیں گے؟'' اٹارنی جنرل: ''مسیح موعود نے غیر احمدیوں کے متعلق وہی سلوک جائز رکھا، جو نبی کریمؐ نے عیسائیوں کے ساتھ؟'' مرزا ناصر: ''آپ بس کریں، میں سمجھ گیا، مجھے یاد آگیا، میں معذرت چاہتا ہوں، میں نے نوٹ کیا، چیک نہیں کیا، بہت شرمندہ ہوں، ابھی جا کر یہ کام کروں گا۔'' اٹارنی جنرل: ''مرزا کہتا ہے کہ مجھے مانے بغیر نجات نہیں، مرزا بشیر الدین محمود کہتا ہے غیر احمدیوں کو مسلمان ثابت کرنے کی کوشش نہ کریں، کیونکہ وہ مسلمان نہیں ہیں۔'' مولانا غلام غوث ہزاروی: ''آج ناصر خوب پھنسا، چیک چیک کی بات کرتا تھا، آج خود چیک ہو گیا، اس کے اندر کیا ہے۔''

سچی بات یہ ہے کہ قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے کے حوالے سے تحریر طویل ہو گئی، تاہم سو برس کی جدوجہد مہینے بھر کی استدلالی جنگ کے بعد کامیابی سے ہمکنار ہوئے، مگر مکر و فریب کے مجسموں کی جو درگت بنی، اس کی اور بہت سی دلچسپ روداد باقی ہے۔ کچھ اور چاہئے وسعت میرے بیاں کے لئے، ہو ایک قسط اور ان شاء اللہ۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ آخرت کا زاد راہ بنائے۔ آمین۔

(جاری ہے)

ایک ہفتہ

حضرت شیخ الہندؒ کے دیس میں!

مولانا اللہ وسایا مدظلہ

قسط:۲۶

سفرآخرت

۳رجنوری ۱۷۸۱ء کو عشاء کے بعد تین آدمی ملاقات کے لئے آئے۔ خادم نے عرض کیا، آپ نے ملاقات کی اجازت دے دی۔ تینوں آکر آپ کے ساتھ بیٹھ گئے۔ ایک نے آپ سے پوچھا کہ مرزامظہر جان جاناںؒ آپ ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں میں ہی ہوں۔ اس آدمی کے جو ہمراہی تھے، انہوں نے بھی تصدیق کی کہ واقعی آپ مرزامظہر جان جاناںؒ ہیں۔ اس آدمی نے گولی چلادی جو قلب کے قریب سینے سے پار ہوگئی۔ یہ تینوں دوڑ گئے اور آپ تین دن تک صاحب فراش رہنے کے بعد راہی ملک عدم ہوئے۔ شہید اسلام مرزامظہر جان جاناںؒ نے ۱۰رمحرم ۱۱۹۵ھ مطابق ۶رجنوری ۱۷۸۱ء بروز جمعہ بوقت عصر حضرت شاہ غلام علیؒ سے فرمایا کہ دن ابھی کتنا باقی ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ چار گھڑی باقی ہے۔ فرمایا کہ مغرب ابھی دور ہے؟ مغرب کی نماز کے وقت سانس مبارک میں شدت پیدا ہوئی اور روح مبارک نے عالم بالا کی طرف کوچ کیا۔ آپ کے مزار کی چاردیواری کے دروازہ پر آپ کے دیوان سے آپ کا یہ شعر کندہ ہے۔

بہ لوح تربت من یافتند از غیب تحریری
کہ ایں مقتول راجز بے گناہی نیست تقصیری

ترجمہ:''انہوں نے میری قبر کی لوح پر غیب سے یہ تحریر پائی کہ اس مقتول کا بے گناہی کے سوا کوئی گناہ نہیں ہے۔''

آپ کے خلیفہ حضرت اخوند ملا نسیمؒ کی خانقاہ واقع نورگل دیر صوبہ سرحد میں خون آلود کپڑے، ایک پوٹلی جس میں روئی کی وہ دھجیاں ہیں جن سے آپ کا خون پونچھا گیا، موجود ہیں۔

حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ آپ کے خلیفہ اور آپ کے جانشین نامزد ہوئے۔ آپ کے کئی نامور خلفاء تھے۔ ان سے ایک حضرت مولانا قاضی ثناء اللہ پانی پتی (وفات ۲راگست ۱۸۱۰ء) بھی شامل ہیں۔ اگر خلیفہ حضرت مولانا قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ جیسے بزرگ تھے تو شیخ کے مقام کا کیا ٹھکانا ہوگا؟

حضرت مرزامظہر جان جاناںؒ نے وصیت فرمائی تھی کہ میری تمام لائبریری کی کتب حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ کے سپرد کردی جائیں۔ حضرت قاضی ثناء اللہ صاحبؒ نے اپنی شہرہ آفاق تفسیر کا نام ''المظہری'' اپنے شیخ کے نام کی نسبت سے رکھا تھا۔ آپ فارسی شاعری کا عمدہ ذوق رکھتے تھے۔ حمدیہ ونعتیہ اشعار آپ کی اللہ کریم اور اس کے رسول مقبول ﷺ سے بے پناہ محبت وعقیدت کے آئینہ دار ہیں۔

خدا در انتظار حمد ما نیست
محمد چشم بر راہ ثنا نیست
خدا خود مدح گوئے مصطفی بس
محمد حامد حمد خدا بس
مناجات اگر باید تواں کرد
بہ بیتے ہم قناعت میتواں کرد
محمد از تو می خواہم خدارا
الٰہی از تو عشق مصطفی را

ترجمہ:''خدا ہمارے حمد کرنے کے انتظار میں نہیں ہے۔ (حضرت) محمد ﷺ ہمارے تعریف کرنے کے انتظار میں نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی (حضرت محمد) مصطفی (ﷺ) کی تعریف کرنے کے لئے کافی ہے۔ اگر کوئی مناجات بیان کرنا چاہے تو ایک شعر پر ہی قناعت کی جاسکتی ہے۔ (اے حضرت محمد (ﷺ)) آپ کے طفیل خدا کو چاہتا ہوں اور (اے) اللہ تعالیٰ (تیری ذات) سے (حضرت محمد) مصطفی (ﷺ) کی محبت چاہتا ہوں۔''

یہ آپ کے اشعار ہیں۔ برصغیر کے نامور خطیب مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ اپنے خطاب کا آغاز ان اشعار سے کرتے تھے۔ برصغیر کے نامور تعلیمی ادارہ دارالعلوم دیوبند کے پون صدی تک فائز رہنے والے مہتمم اور حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ نے حضرت مولانا احمد سعید دہلویؒ کی تفسیر ''کشف الرحمٰن'' پر گراں قدر مقالہ افتتاحیہ کا آغاز انہیں اشعار سے کیا ہے۔ اسی پر

حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کے مبارک ذکر کا اختتام کرتا ہوں۔

یاد رہے کہ حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ سادات علویہ میں سے تھے۔ آپ کا نسب اٹھائیس واسطوں سے بتوسط محمد بن حنفیہ رحمۃ اللہ علیہ (وفات ۸۱ھ مطابق ۷۰۱ء) امیر المومنین سیدنا علی المرتضیٰؓ تک پہنچتا ہے۔ زہے نصیب!

حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کے بعد آپ کے خلیفہ اور جانشین حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ آپ نے اپنے شیخ اور مرشد حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد ان کے مرقد کے پاس مسجد وخانقاہ لابہری تعمیر کی۔ آپ کی قبر مبارک بھی مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کے مقبرہ کے چبوترہ پر آپ کے ساتھ ہے۔ یہاں بھی اللہ رب العزت نے حاضری کی سعادت سے سرفراز فرمایا۔

حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے مختصر حالات:

حضرت شاہ غلام علی رحمۃ اللہ علیہ کے والد گرامی کا نام شاہ عبداللطیف رحمۃ اللہ علیہ تھا۔ سیدنا علی المرتضیٰؓ امیر المومنین کو آپ نے خواب میں دیکھا کہ وہ بشارت دے رہے: ''عبداللطیف اللہ تعالیٰ تمہیں بیٹا دیں گے۔ ان کا نام میرے نام پر رکھنا۔''

شاہ عبداللطیف صاحب رحمۃ اللہ علیہ بٹالہ کے رہنے والے تھے۔ قادری، چشتی سلسلہ سے تعلق تھا۔ ان کے شیخ ناصر الدین قادری رحمۃ اللہ علیہ (وفات ۱۱۷۱ء) تھے۔ یہ دہلی کے رہنے والے تھے۔ اس لئے شاہ عبداللطیف رحمۃ اللہ علیہ بٹالہ سے مستقل شیخ کا قرب حاصل کرنے کے لئے دہلی میں مقیم ہوگئے۔ شاہ عبداللطیف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں صاحبزادہ صاحب پیدا ہوئے۔ انہوں نے ان کا نام علی رکھا۔ صاحبزادہ علی بٹالہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کی ولادت ۱۷۴۳ء یا ۱۷۴۵ء بیان کی جاتی ہے۔ یاد رہے کہ والد صاحب نے سیدنا علی المرتضیٰؓ کی بشارت وحکم پر آپ کا نام علی رکھا۔ لیکن بڑے ہوکر آپ نے خود اپنے نام کے ساتھ ابتداء میں غلام کا اضافہ کردیا۔ اب آپ غلام علی کہلائے۔ بعد میں شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے شہرت پائی۔ جس طرح والد گرامی نے خواب میں آپ کے نام ''علی'' کی بشارت پائی تھی۔ اس طرح آپ کی والدہ نے بھی آپ کی پیدائش سے قبل خواب دیکھا کہ اپنے بیٹے کا نام عبدالقادر رکھنا۔ اسی طرح آپ کے چچا حضور نے خواب میں آنحضرت ﷺ کی زیارت کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ نومولود کا نام عبداللہ رکھنا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت شاہ غلام علی اپنی تالیفات میں اپنا نام ''فقیر عبداللہ عرف غلام علی'' لکھتے تھے۔ لیکن عوام وخواص میں آپ کی ''حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ'' نام سے شہرت پائی۔

سولہ سال کی عمر تک آپ بٹالہ میں رہے۔ جب کہ آپ کے والد دہلی میں اپنے مرشد حضرت ناصر الدین قادری رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں رہتے تھے۔ جب آپ سولہ سال کی عمر کو پہنچے تو والد گرامی نے آپ کو دہلی بلا بھیجا تا کہ اپنے مرشد سے اپنے صاحبزادہ کی بیعت کرائیں۔ آپ ۱۷۶۱ء کو دہلی حاضر ہوئے۔ جس دن آپ نے دہلی قدم رکھا اس رات آپ کے والد گرامی حضرت شاہ عبداللطیف رحمۃ اللہ علیہ کے مرشد، ناصر الدین قادری رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوگیا تو والد صاحب نے آپ سے فرمایا کہ خدا کو یہی منظور تھا۔ اب اپنے مرشد کا خود انتخاب کریں۔

اس خبر سے اندازہ یہی ہوتا ہے کہ سولہ سال کی عمر میں بٹالہ ہی میں آپ نے قرآن مجید اور قرأت اور عربی کتب کی تعلیم حاصل کی۔ آپ نے دہلی پہنچ کر مزید چار سال عربی کتب کی تکمیل کی۔ آپ نے شاہ ضیاء اللہ رحمۃ اللہ علیہ، شاہ عبدالعدل رحمۃ اللہ علیہ، شاہ فخر الدین رحمۃ اللہ علیہ سے کسب علم کیا۔ شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے حدیث شریف پڑھی اور سند حاصل کی۔ اپنے مرشد حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ سے بھی حدیث شریف کا علم حاصل کیا۔

حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی عمر بائیس سال کو پہنچی تو آپ حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بیعت کے لئے حاضر ہوئے۔ حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''جہاں ذوق وشوق پاؤ وہاں بیعت کرو۔ یہاں تو بغیر نمک کے پتھر چاٹنا ہوگا۔'' حضرت شاہ غلام علی رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا کہ: ''مجھے منظور ہے۔'' حضرت نے فرمایا کہ: ''پھر مبارک ہو۔'' چنانچہ حضرت مرزا مظہر رحمۃ اللہ علیہ جان جاناں سے بیعت ہوگئے۔ برابر پندرہ سال اپنے شیخ حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہ کر سلوک کی تکمیل کی۔

ایک مرتبہ شاہ غلام علی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ابتداء میں معاش کی بہت تنگی تھی۔ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر راہ توکل اختیار کرلیا۔ پرانی بوری کا بستر اور اینٹ کا سرہانہ بنالیا۔ ایک مرتبہ شدت ضعف میں حجرہ کا دروازہ بند کرلیا کہ یہی میری قبر ہے۔ انہوں نے کمرہ کا دروازہ بند کیا۔ اللہ تعالیٰ نے فتوحات کا دروازہ کھول دیا۔ فرماتے تھے کہ اب پچاس سال ذات الٰہی پر قناعت کرکے بیٹھا ہوں۔

پہلے آپ نے پڑھ لیا کہ حضرت شاہ غلام علی رحمۃ اللہ علیہ کے تولد سے قبل والدہ نے خواب دیکھا کہ نومولود کا نام عبدالقادر رکھنا۔ ایک وقت آیا کہ آپ نے حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ سے کسب فیض کیا اور شیخ کامل بنے۔ اچانک طبیعت میں وہ ''عبدالقادر نام رکھنا'' کی بات کا اثر شروع ہوگیا کہ کہیں نقشبندی سلسلہ میں انہماک سے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ ناراض نہ ہوجائیں۔ اب اس امر کا بہت ہی غلبہ ہوا تو خواب میں دیکھا کہ برابر میں دو مکان ہیں۔ ایک مکان میں حضرت نقشبند رحمۃ اللہ علیہ تشریف فرما ہیں۔ دوسرے میں

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ تو میں حضرت نقشبندؒ کے مکان کی جانب بڑھا تو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے فرمایا: "ہاں ٹھیک ہے۔ آپ اسی طرف ہی جائیں۔ یہی خدا کی منشاء ہے۔ جاؤ کوئی مضائقہ نہیں۔" اب خواب سے بیدار ہوئے تو طبیعت کا اضطراب رفع ہو چکا تھا۔

حضرت مرزا مظہر جان جاناںؒ کے وصال کے بعد ان کے جانشین ہوئے اور طالبان کی تربیت شروع کی۔ اشغال طریقہ نقشبندی میں جاری کیا۔ اس سلسلہ کی ترویج واشاعت فرمائی۔ آپ کے عقیدت مند آپ کو الف ثالث کا مجدد سمجھنے لگے۔ اس لئے کہ خالد رومیؒ کے ذریعہ عرب، ترکی، شام، روم، عراق وغیرہ میں اس طریقہ کی بھرپور ترویج ہوئی اور خود دہلی میں ایک طرف اگر شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کا مدرسہ رحیمیہ تھا جس میں میانہ روی سے علم وعرفان کی بارش تھی۔ دوسری طرف خانقاہ مظہریہ تھی۔ جس میں مجددی طریقہ کا ذوق احیائی اور تصوف وسلوک کا رنگ نمایاں تھا۔

صرف انبالہ شہر میں آپ کے خلفاء عظام کی تعداد پچاس تھی۔ بقول سرسید "آپ کی ذات فیض آیات سے تمام جہاں میں فیض پھیلا اور ملکوں ملکوں کے لوگوں نے آکر بیعت کی۔ آپ کی خانقاہ شریف میں روم، شام، بغداد، مصر، چین اور حبش کے لوگ حاضر خدمت ہوکر بیعت ہوئے اور انہوں نے خانقاہ مظہری شریف کی خدمت کو سعادت ابدی سمجھا اور قریب قریب کے شہروں کا تو کیا شمار ہندوستان، پنجاب اور افغانستان کا تو کچھ ذکر نہیں کہ ٹڈی دل طرح امنڈتے تھے۔ آپ کی خانقاہ شریف میں پانچ سو فقیر سے کم نہیں رہتا تھا اور سب کا روٹی کپڑا آپ کے ذمہ تھا اور باوجودیکہ کہیں سے ایک حبہ مقرر نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ غیب سے کام چلاتا تھا۔" (آثار الصنادید ص۳۶۴)

شاہ عبدالرؤف مجددیؒ کہتے ہیں کہ ایک روز طالبان میں سمرقند، بخارا، غزنی، تاشقند، حصار، قندھار، کابل، کشمیر، پشاور، ملتان، لاہور، سرہند، امروہہ، سنبھل، رام پور، بریلی، لکھنؤ، جائس، بہرائچ، گورکھ پور، عظیم آباد، ڈھاکہ، حیدرآباد اور پونا وغیرہ کے لوگ سینکڑوں میں جمع تھے اور یہ بات ۲۷ر اپریل ۱۸۱۶ء کی ہے۔ اس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ آپ کے ذریعہ حق تعالیٰ نے کس طرح نقشبندی مجددی سلسلہ کو عروج بخشا۔ خانقاہ شریف میں ایک ہی کھانا ہوتا جو آپ کھاتے۔ وہی سب لوگوں کو ملتا اور جو آپ پہنتے وہی کھدر سب خانقاہ کے مقیمین کو ملتا۔

آپ کے مطالعہ کتب بینی اور علم دوستی کا یہ عالم تھا کہ جب آپ کا وصال ہوا تو ترمذی شریف کا آپ مطالعہ فرمارہے تھے۔ ۱۶ر اکتوبر ۱۸۲۳ء کو صبح اشراق کے بعد مولانا خواجہ شاہ ابوسعید مجددیؒ کو بلوایا۔ ان کی طرف توجہ فرمائی اور آپ کا وصال ہوگیا۔ حضرت شاہ ابوسعید مجددیؒ آپ کے خلیفہ وجانشین مقرر ہوئے۔ حضرت مرزا مظہر جان جاناںؒ کے مقبرہ کے چبوترہ پر چار قبور مبارکہ میں سے ایک قبر مبارک حضرت شاہ ابوسعید مجددیؒ کی ہے۔ بندہ نے اس پر بھی حاضری اور دعا وایصال ثواب کا شرف حاصل ہوا۔

حضرت شاہ ابوسعید مجددیؒ کے مختصر حالات:

مولانا شاہ ابوسعید مجددیؒ ۹ر اکتوبر ۱۷۸۲ء کو رام پور میں پیدا ہوئے۔ آپ کا نام ذکی القدر اور کنیت ابوسعید تھی۔ آپ کا سلسلہ نسب پہلے ذکر ہوچکا ہے۔ آپ حضرت مجدد الف ثانیؒ کے خاندان سے تھے۔ ۱۰ سال کی عمر میں آپ نے قرآن مجید حفظ کرلیا تھا۔ بعد میں قاری نسیمؒ سے تجوید بھی پڑھی۔ آپ قرآن مجید خوبصورت دلکش ترنم کے ساتھ پڑھتے تھے۔ جو سنتا محو ہوجاتا تھا۔ آپ نے کتب مفتی شرف الدینؒ حنفی رام پوری سے حضرت شاہ رفیع الدین محدث دہلویؒ، حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ اور حضرت شاہ سراج احمد مجددیؒ سے پڑھیں اور علم حدیث شاہ عبدالعزیزؒ سے حاصل کیا۔ پہلے والد صاحب سے سلوک حاصل کیا۔ پھر شاہ غلام علی دہلویؒ سے بیعت ہوئے اور خلافت حاصل کی اور پھر ان کے جانشین بنے۔ ۳۱ر جنوری ۱۹۳۵ء کو ریاست ٹونک میں حجاز مقدس کے سفر حج سے واپسی پر رحلت فرمائی۔ آپ کی میت مبارک ٹونک سے دہلی لائی گئی اور خانقاہ مظہریہ میں مدفون ہوئے۔ آپ کے تین صاحبزادے تھے شاہ احمد سعید مجددیؒ، شاہ عبدالغنی مجددیؒ مہاجر مدنی اور شاہ عبدالمغنی۔ حق تعالیٰ سب کی ارواح مبارکہ کو مزید قرب نصیب فرمائے۔

خانقاہ مظہریہ کے مزارات کے چبوترہ پر چوتھی قبر مبارک "شاہ ابوالخیر" کی ہے۔ یہ حالات ایسی جگہ بیٹھ کر لکھ رہا ہوں جہاں ان کے حالات ملنے مشکل ہورہے ہیں۔ لہٰذا "خانقاہ مظہریہ دہلی" کے ذکر میں آپ کے جتنے حالات لکھے جاچکے اسی پر اکتفاء کرتا ہوں باقی ترک کرتا ہوں۔ ان مزارات پر حاضری دی۔ مسجد کو صحن میں کھڑے ہوکر دیکھا۔ باہر سے لائبریری کو دیکھا۔ خانقاہ شریف کے خدام میں سے کسی نے صاحبزادہ کو اطلاع کردی وہ تشریف لائے۔ انہوں نے اپنا حجرہ کھلوایا۔ ہم سب زائرین وہاں پر آپ سے ملے۔ حضرت مولانا زاہد الراشدی نے حضرت مولانا ابوالزاہد سرفراز خان صفدرؒ اپنے والد گرامی کے خلیفہ مولانا حسین علی واں بھچراںؒ اور حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ سجادہ نشین خانقاہ سراجیہ کے حوالہ سے تعارف کرایا تو موجودہ سجادہ نشین خانقاہ مظہریہ نے بھرپور محبت سے سرفراز فرمایا۔ انہوں نے چائے کی دعوت دی۔ لیکن وفد نے قلت وقت کا عذر کرکے اجازت چاہی۔ یہاں سے واپس آئے تو اب دہلی جامع مسجد کی زیارت کرنا تھی۔

(جاری ہے)

۳۳ ویں سالانہ آل پاکستان

ختم نبوت کانفرنس چناب نگر

مولانا اللہ وسایا مدظلہ

۱...... ۳۳ ویں سالانہ آل پاکستان ختم نبوت کانفرنس چناب نگر کا یہ عظیم اجتماع اللہ پاک کے حضور سجدہ شکر بجالاتے ہوئے تمام خطباء و مقررین اور شرکاء کانفرنس کا بھی شکریہ ادا کرتا ہے۔ کہ آپ حضرات کی تشریف آوری سے یہ کانفرنس کامیابی سے ہمکنار ہوئی۔

۲...... یہ اجلاس گزشتہ کانفرنس سے اس کانفرنس تک وفات پاجانے والے علماء کرام، مشائخ عظام اور جماعتی کارکنوں (بالخصوص مولانا خلیفہ عبدالقیومؒ ڈیرہ اسماعیل خان) کی مغفرت اور پسماندگان کے لئے صبر جمیل کی دعا کرتا ہے۔

۳...... یہ اجتماع قائد ملت اسلامیہ مولانا فضل الرحمان دامت برکاتہم پر قاتلانہ حملے کی پر زور مذمت کرتے ہوئے حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ حملہ کرنے والوں کا سراغ لگا کر انہیں عبرتناک سزا دی جائے۔ نیز اس خودکش حملہ میں شہید ہونے والوں کے ورثاء کو امداد دیئے اور زخمیوں کے علاج معالجہ کا مطالبہ کرتا ہے۔

۴...... قادیانی اپنے مغربی آقاؤں کے ذریعے ملکی قوانین کے خاتمہ کے لئے کوشاں رہتے ہیں۔ حکمرانوں کو ملکی قوانین کے تحفظ کا برملا اعلان کرنا چاہیے تاکہ آئندہ کسی کو ایسی جرأت و ہمت نہ ہوسکے۔

۵...... گستاخان رسول سے متعلق عدالتوں کے فیصلوں پر فوری عملدرآمد کیا جائے۔

۶...... چناب نگر کے نیشنلائزڈ تعلیمی ادارے قادیانیوں کو واپس کر کے قومی خزانہ کو کروڑوں کا انجکشن، سینکڑوں اساتذہ کا مستقبل مخدوش اور ہزاروں طلبہ کو قادیانیوں کے رحم و کرم پر نہ چھوڑا جائے۔

قراردادیں

۷...... حکومتی ادارہ اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات کے مطابق ارتداد کی شرعی سزا نافذ کی جائے۔

۸...... قادیانیوں نے چناب نگر میں اپنے سول کورٹ۔ سیشن کورٹ، ہائی کورٹ، سپریم کورٹ قائم کئے ہوئے ہیں جو سٹیٹ اندر سٹیٹ کے مترادف ہے۔ لہٰذا چناب نگر میں سرکاری رٹ کو قائم کرتے ہوئے انہیں ملکی قانون کا پابند کیا جائے۔

۹...... پورے ملک میں عسکری تنظیموں پر پابندی ہے لیکن قادیانیوں کی تربیت یافتہ مسلح تنظیم خدام الاحمدیہ کو کھلی چھٹی دی جاچکی ہے۔ دیگر عسکری تنظیموں کی طرح قادیانیوں کی مسلح تنظیم خدام الاحمدیہ پر پابندی عائد کی جائے اور اس کے اثاثے بحق سرکار ضبط کے جائیں۔

۱۰...... چناب نگر کے باسیوں کو مالکانہ حقوق دیئے جائیں۔

۱۱...... گوہر شاہی ایک گستاخ رسول تھا۔ اس کو سزا ہوئی ارو اس کی جماعت انجمن سرفروشان اسلام اور مہدی فاؤنڈیشن اس کے باطل نظریات کو چلا کر ارتدادی سرگرمیوں میں مصروف ہیں۔ ان پر پابندی لگائی جائے۔

۱۲...... دھرنا پارٹی موجودہ آئین کے منسوخی کا جو مطالبہ کر رہا ہے اس میں دانستہ یا غیر دانستہ تحفظ ختم نبوت کے آئین کو بدنام کرنے کی سازش کی جارہی ہے ہم تمام انقلابیوں اور غیر انقلابیوں پر واضح کرنا چاہتے ہیں کہ جو قانون ہم جانیں دے کر بنوا سکتے ہیں اسے بچانے کے لیے بھی کسی قربانی سے دریغ نہیں کیا جائے گا۔

۱۳...... یہ اجتماع حکومت پاکستان سے ۱۹۷۴ء کے پارلیمنٹ کے متفقہ اور عظیم الشان فیصلہ جس میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا تھا۔ اور امتناع قادیانیت ایکٹ اور دیگر پارلیمانی اور عدالتی فیصلوں پر ان کے تقاضوں کے مطابق عمل درآمد کرنے کا مطالبہ کرتا ہے۔

☆☆..............☆☆

REGD. SS.160

قادیانیت کے خلاف امت مسلمہ کے فتاوی جات کا مجموعہ

فتاوی ختم نبوت

۳ جلدیں

تحقیق وتخریج شدہ جدید ایڈیشن

ترتیب: حضرت مولانا سعید احمد جلالپوری شہیدؒ

زیر نگرانی: مولانا محمد اعجاز مصطفی مدظلہ

تمام مکاتب فکر کے علماء کرام ومفتیان عظام کے وہ فتاوی جو انہوں نے مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کی ذریت کے کافر، مرتد اور دائرہ اسلام سے خارج ہونے سے متعلق دیئے ہیں تحقیق وتخریج کے بعد انہیں یکجا شائع کیا گیا ہے۔

- ختم نبوت کے محاذ پر کام کرنے والے حضرات ومبلغین کے لئے معین ومددگار
- لائبریریوں اور دارالافتاؤں کے لئے بیش بہا علمی خزانہ
- عمدہ کاغذ، جاذب نظر سرورق
- علماء وطلباء اور کارکنان ختم نبوت کے لئے خصوصی رعایت

صرف =/1000 روپے علاوہ ڈاک خرچ

اسٹاکسٹ: مکتبہ لدھیانوی ۱۸ اسلام کتب مارکیٹ بنوری ٹاؤن، کراچی

021-34130020, 0321-2115595, 0321-2115590

شائع کردہ: عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پرانی نمائش ایم اے جناح روڈ، کراچی

021-32780337, 021-34234476